Rev. Amos Masih

پیامِ حق

مصنّفہ

ای برُونز

پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی

انار کلی ۔ لاہور

فہرستِ مضامین
پیامِ حق

نمبرِشمار	مضمون	صفحہ
۱	کیا کوئی خُدا ہے؟	۱
۲	کیا بائبل خُدا کا کلام ہے؟	۵
۳	خُدا کا بھید	۱۰
۴	خالِق اور مخلُوق	۱۴
۵	دُنیا کے لِئے خُدا کی تجویز	۱۷
۶	خُدا اور دُنیا میں شیطانی عنصر	۲۱
۷	ازلی برگزُیدگی	۲۵
۸	اِنسان کا بھید	۲۹
۹	اِنسان کی نیکی	۳۴
۱۰	شرِیعت	۳۹
۱۱	دس احکام اور سب سے بڑا حکم	۴۳
۱۲	الٰہی ضوابط	۴۹
۱۳	وعیدہ	۵۳
۱۴	یِسوع مسیح	۵۷
۱۵	اِبنِ آدم	۵۹
۱۶	اِبنِ اللہ	۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	بادشاہ	٦۸
۱۸	درمیانی	۷۳
۱۹	رُوحُ القُدس	۷۷
۲۰	بغیر اِیمان مایُوسی	۸۱
۲۱	اِیمان ہی سے	۸۵
۲۲	تبدیلی	۸۹
۲۳	نئی پیدائش	۹۳
۲۴	مسیحی آزادی	۹۷
۲۵	دُعا	۱۰۰
۲٦	دُعا کے معنی	۱۰۴
۲۷	شراکت	۱۰۸
۲۸	کلیسیا	۱۱۲
۲۹	ساکرامنٹیں	۱۱٦
۳۰	بپتسمہ	۱۲۰
۳۱	عشائے رُبّانی	۱۲۴
۳۲	مستقبل	۱۲۷
۳۳	مابعد	۱۳۱
۳۴	عدالت	۱۳۵
۳۵	ہمیشہ کی زِندگی	۱۳۹

پیامِ حق

۱۔ کیا کوئی خُدا ہے؟

کسی احمق نے ایک یُونانی فیلسوف سے خُدا کی نسبت سوال کیا۔ تو اُس نے سکوتِ مُطلق اِختیار کر لیا۔ اگر کوئی محققانہ سوال کرے۔ "ہے تو کوئی خُدا نہیں" تو مُجھے یہ بات معلُوم کرنے میں دلچسپی ہوگی۔ کہ آیا فی الواقع خُدا ہے یا نہیں تو اِس سوال کا واحد اور مُمکن جواب خاموشی ہے۔ شائد کوئی شخص ایسا جواب دے اور کہے کہ "ہے تو کوئی خُدا نہیں"۔ ہے تو سِلسلہ کوہ ہمالیہ"۔ "ہے تو یورینس ستارہ (Uranus)" ہے تو عنصر ریڈیم۔ مختصر یہ کہ کثیر التعداد ایسی اشیا ہیں جن کے بارہ میں مخزن العلوم ہمیں مطلع کرتا ہے لیکن ہے تو کوئی خُدا نہیں ہے۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ محقق کے لِئے کوئی خُدا نہیں ہے۔ خُدا نہ تو سائنس کی تحقیق کا مقصد ہے اور نہ ہی ایسی شئے ہے جسے ہم اپنے علم کے خزانہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک بات ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص مرقع میں ایک نایاب ٹکٹ کو خاص اور نمایاں جگہ پر چسپاں کرتا ہے۔ دیکھو یہ تمام سے زیادہ بیش قیمت اور نفیس ترین ہے +

خُدا جو ایک ایسی ابدی اور الٰہی ہستی ہے دُنیا میں نہیں بود و باش کرتی ہے خُدا ہرگز دُنیا میں نہیں ہے بلکہ دُنیا خُدا میں ہے خُدا آپ کے علم میں نہیں بلکہ آپ کا علم خُدا میں ہے۔ اگر آپ کے سوال کا یہ جواب دِیا جاتا کہ ہاں کوئی خُدا ہے تو آپ کے ذہن میں ایک اور مبہم خیال باقی رہ جاتا یعنی آپ خیال کرینگے کہ خُدا دیگر اشیاء کے ساتھ ایک جماعت میں شامِل ہے۔ اگر خُدا فی الحقیقت خُدا ہے تو اُس کا یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ خُدا کِسی جماعت میں شامِل نہیں ہے وہ دیگر اشیا کے ساتھ منسوب

بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سیارے پہاڑ اور عناصر ہمارے علم کے مقصد کے موضوع ہیں خُدا علم کا موضوع نہیں ہے۔ صرف خُدا ہی کی وجہ سے کسی چیز کا علم ہو سکتا ہے خُدا کے بغیر کوئی چیز وجُود میں بالکل نہیں آ سکتی۔ خُدا کے بغیر کوئی شخص کسی چیز کا علم حاصل نہیں کر سکتا علم صرف اِس لئے ممکن ہے کہ خُدا ہے۔ خُدا کی نسبت سوال محض اِس لئے ممکن ہے کہ خُدا پیشتر سے ہی اِس سوال کے پس پُشت کھڑا ہے اگر آپ فی الواقع خُدا کے متعلق تحقیق کریں نہ صرف حیرت سے اور نہ ہی ایک رُوحانی ٹکٹ جمع کرنے والے کی مانند بلکہ صرف ایک متفکر متلاشی کی طرح جس کا دِل بے چین ہو اور اِس امکان سے اُداس ہو کہ شاید خُدا نہیں ہے تو تمام زندگی بُطلان اور بڑی حماقت بن جائیگی۔ اور اگر آپ اُس شخص کی طبیعت کے ساتھ دریافت کریں۔ جو ڈاکٹر سے یہ پُوچھتا ہے کہ میری بیوی زندہ رہیگی یا مر جائیگی۔ اگر اِسی طرح خُدا کے بارے میں بھی پوچھیں تو اِس سے یہ مُراد ہے کہ آپ پیشتر ہی سے جانتے ہیں کہ خُدا ہے یہ مغموم سوال شاہد ہے کہ آپ جانتے ہیں۔ اگر آپ خُدا کو نہ جانتے تو آپ اِس طرح خُدا کی نسبت سوال نہ پُوچھتے آپ کو خُدا کی اِس لئے ضرورت ہے کہ اُس کے بغیر زندگی بیوقوفی ہے۔ آپ کا اپنا دِل عقلمندی اور بیوقوفی میں اِمتیاز کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عقلمندی دُرست ہے آپ کا دِل پیشتر ہی سے خُدا کی نسبت کُچھ جانتا ہے۔ اور یہ وُہی علم ہے جس کے باعث آپ کے سوال کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اُسے تقویت مِلتی ہے۔ آپ خواہش رکھتے ہیں کہ کوئی خُدا ہو ورنہ ہر ایک چیز بلا آخر یکساں اور برابر ہوتی۔ بدی۔ بدی نہ ہوتی اور نیکی نیکی نہ ہوتی۔ آپ پیشتر ہی سے جانتے ہیں کہ کوئی خُدا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ نیکی اور بدی یکساں ہو۔ دُنیا میں بدی کا مشاہدہ اور بدی کے متعلق متفرق سوالات آپکے دِل میں خُدا کے وجُود کی بابت شکوک پیدا کرتے

ہیں لیکن محض یہ حقیقت کو دیکھنا اور سوال کرنا ہی خُدا پر اِیمان لانا ہے۔ چُونکہ آپکا دِل خُدا کو جانتا ہے۔ اِس لِئے وہ بدی کی مخالفت کرتا ہے۔ خُدا نے ہی آپکو یہ سوال پُوچھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اور خُدا ہی اِس سوال کو مُمکن بناتا ہے۔ نہ صرف ہمارا دِل اندرونی طور پر بلکہ دُنیا بیرونی طور پر بھی خُدا کی شہادت دیتی ہے۔ یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ اِتفاق سے تنظیم واقع ہوئی ہو۔ یہاں تک کہ پُر معنی اور خوبصُورت اشیا اِتفاق سے صادر ہُوئی ہوں اِس بات پر ایمان رکھنا کہ دُنیا خُدا کی مخلُوقات ہے ذود اعتقادی نہیں۔ بلکہ ذود اعتقادی یہ اِعتقاد ہے کہ اِنسانی آنکھ یا کسی کیڑے کی ساخت یا بہار کی چراگاہ کی شان اِتفاق کی ماحصل ہے۔ چٹانوں کا ڈھیر جو مُسافر پہاڑ کی چوٹی پر دیکھتا ہے۔ اِتفاق نے نہیں بلکہ ایک ہاتھ نے بنایا ہے۔ اور اِن چٹانوں کو ایک دُوسرے کے اُوپر رکھا ہے۔ تاہم پتھروں کے ایسے ڈھیر کی نسبت آنکھ کی باریک جھلی جس پر خارجی اشیا کا عکس پڑتا ہے لاکھ درجے زیادہ خوبصُورت ہے واقعی کسی ایسی چیز کو نہ سمجھنا عقلمندی کا ثبوت نہیں ہے اگر کوئی شخص پُوچھے کہ کیا کوئی خُدا ہے تو واقعی یہ امر اِس بات کا ثبُوت ہے۔ کہ اُسکے دِماغ میں فتور ہے۔ اور شاید کوئی یہ کہہ دے کہ یہ ایک پاگل آدمی کا سوال ہے۔ جس میں پہلے کی طرح اشیا کو سادگی اِطمینان اور صفائی سے دیکھنے کی اہلیت نہیں۔ لیکن اِس قِسم کا پاگل پن کچھ نہ کچھ تمام دُنیا میں چھایا ہُوا ہے اور ہم سب اُس کے نتائج کو محسُوس کرتے ہیں در حقیقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِسی خاص پاگل پنے نے ہماری مَوجُودہ زندگی کو دُکھیا بنا رکھا ہے جہاں تک ہمیں تواریخ سے پتا چلتا ہے۔ لوگ ہمیشہ یہی سوال کرتے رہے ہیں کہ ہم کس طریقہ سے خُدا کی بابت سوچیں۔ لیکن یہ سوال کہ کیا خُدا ہے؟ آجکل ہی پُوچھا جاتا ہے۔ صنعتی اور سائنس کی کامیابی ہمارے دماغوں کو چڑھ گئی ہے اور اُس نے ہمارے دِماغوں میں فتور ڈال دیا ہے ہم اُن

جُملہ اشیا کو محض اِتفاق سمجھ کر رَدّ کر دیتے ہیں جن کو ہم اپنے عقل کے اِختیار و قبضہ کے ماتحت نہیں لا سکتے ہم سمجھتے ہیں کہ صِرف ہم ہی دُنیا میں ترتیب اور ہنر پیدا کرتے ہیں اور ہم اِس عیاں سوال کو نظر انداز کرتے ہیں۔ کہ کِسی ہُنر مندی کی چیز کو بنانے کے لِئے پیشتر ہی سے کِس ہُنر مندی سے پیدا کیا ہُوا دِماغ اور ہاتھ رکھیں۔ جو کچھ ہم پیدا کرتے ہیں وہ محض ہمارے اُن ہاتھوں اور دماغوں کی مخلوق ہے جو یقِیناً ہم نے پیدا نہ کئے۔

پس یہ سوال کرنا کہ کیا کوئی خُدا ہَے اخلاقی خلُوص دِلی سے بعید ہے کیونکہ جب کوئی شخص اخلاقی طور پر خلوص دِل ہوتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ نیکی بدی نہیں ہے اور ناراست اور راست دو فرق چیزیں ہیں۔ اور آدمی کو راست کی جستجو کرنی چاہیئے۔ دُنیا میں ایک الٰہی نظام پایا جاتا ہے جِس کے سامنے آدمی کو سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ خواہ اِس کو پسند کرے یا نہ کرے۔ اخلاقی خلوص دِلی ضمیر کی آواز کا احترام ہے اگر کوئی خُدا نہیں ہَے تو ضمیر پس افتادہ عادات کا گورکھ دھندہ ہَے جنت کے سِوا اور کچھ نہیں۔ اگر کوئی خُدا نہیں ہَے تو راست اور ناراست کے لِئے تکلیف اُٹھانا عبث ہے۔ اِس سب کا انجام ابتری ہوگا۔ بدکار نیکوکار خیالات کے محض بھُوت بن جائینگے۔ اگر کوئی آدمی اتنے پر ہی مُطمئین ہو جاتا ہَے۔ تو اُسے اپنی راہ پر جانے کے لِئے چھوڑ دینا چاہیئے۔

مزید برآں اگر خُدا فی الحقیقت وجُود رکھتا ہے تو اُس کی نِسبت ہم کیوں ہمیشہ پُوچھ پاچھ کرتے ہیں؟ ہمارا دِل خُدا سے چھُٹکارا حاصِل نہیں کر سکتا۔ وہ خُدا کے متعلق جانتا ہَے لیکن ہمارا دِل اُسے حِقیقی طور پر نہیں جانتا۔ ہماری ضمیر ہمیں بتلاتی ہَے کہ خُدا ہے لیکن وہ نہیں جانتی کہ وہ کون ہَے ہماری عقل خُدا کی شہادت دیتی ہَے۔ تو بھی وہ نہیں جانتی کہ وہ کون ہَے۔ دُنیا لاکھوں اُنگلیوں

سے خُدا کی جانب اِشارہ کرتی ہے۔ لیکن اُسے ہم پر منکشف نہیں کر سکتی۔ خُدا کون ہے؟ وہ ہم سے کیا طلب کرتا ہے؟ وہ دُنیا کے لئے کیا اِرادہ رکھتا ہے ان سوالات کا جواب ہم نہیں جانتے اور جب تک ان سوالات کے جوابات نہ دِیئے جائیں ہم خُدا کو نہیں جانتے۔ البتہ ایک اور امکان ہے اور اُس کے علاوہ اور کوئی امکان نہیں۔ اگر خُدا ہی اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کرے تو ہم فی الواقع اُسے جان سکیں گے۔ یہ بات کہ خُدا کا وجُود ہے عقل ضمیر اور قُدرت بمعہ اپنے عجائبات کے ہم پر ظاہر کرتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ خُدا کون ہے خُود خُدا ہی ہم پر ظاہر کر سکتا ہے۔

۲- کیا بائبل خُدا کا کلام ہے؟

کوئی شخص اِس بیان پر تنازعہ نہیں کر سکتا کہ بائبل ایک لاثانی کتاب ہے۔ اگر یہ امر اِس لئے قابل غور ہے۔ کہ بہت سے اشخاص کے پاس کتاب تو مَوجُود ہے۔ لیکن بہت کم اشخاص اُسے پڑھتے ہیں۔ کیوں ہر ایک شخص بائبل رکھتا ہے؟ کیوں اِس کتاب کا سینکڑوں زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے؟ کیوں یہ واجب الاحترام کتاب بار بار ہر سال کروڑہا جلدوں میں چھاپی جاتی ہے؟ دو سو سال کا عرصہ ہُوا ہے کہ ظریف والٹر نے جو غالباً اپنے وقت کا مشہور ترین شخص تھا طنزاً یہ پیشنگوئی کی کہ بائبل کا جلد خاتمہ ہو جائیگا۔ جس مکان میں اُس نے یہ ٹر ہانکی آج وہ مکان ایک مشہور و معروف بائبل سوسائٹی کا دفتر بنا ہُوا ہے۔ والٹر کا نام تقریباً فراموش ہو چکا ہے۔ اس اثنا میں بائبل دُنیا بھر میں حیرت انگیز فتوحات حاصل

کر چکی ہے۔ تو بائبل میں کونسی خوبیاں ہیں؟ حقائق کہاں سے اخذ ہوئے؟ فوری جواب عین عیاں ہے۔ چونکہ مسیحی کلیسیا ایمان رکھتی ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ جس طرح مسلمان قائل ہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اور ہندو قائل ہے کہ بھگوت گیتا خدا کا کلام ہے اور چونکہ مسیحی لوگ قابل ترین پروپگنڈا کرنے والے ہیں۔ اِس لئے بائبل دُنیا بھر میں وسیع ترین پیمانہ پر منتشر ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے لیکن یہ جواب ایک بات کو نظر انداز کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہ صرف بائبل مسیحیوں سے نکلتی ہے بلکہ مسیحی بھی بائبل سے نکلتے ہیں۔ کوئی شخص بیان کر سکتا ہے کہ بائبلیں اِس لئے موجود ہیں کہ مسیحی موجود ہیں۔ بائبل وہ زمین ہے جہاں سے تمام مسیحی ایمان اُگتا ہے۔ کیونکہ اگر بائبل نہ ہوتی تو ہمیں یسوع مسیح کا جس کے نام سے ہم مسیحی کہلاتے ہیں کچھ علم نہ ہوتا۔ مسیحی ایمان مسیح پر ایمان ہے اور مسیح بائبل میں ہمیں ملتا ہے۔ اور ہم سے کلام کرتا ہے۔ مسیحی ایمان بائبل کا ایمان ہے اِس بیان سے کیا مُراد ہے؟

خُدا کون ہے؟ اُس کا ہمارے لئے کیا اِرادہ ہے۔ دُنیا۔ اِنسانیت اور آپ کے لئے اُس کی کیا تجاویز ہیں! آپ بذاتِ خود نہیں جان سکتے اور نہ ہی کوئی اِنسان آپ کو بتلا سکتا ہے کیونکہ خُدا کے متعلق جو بات آپ بذاتِ خود نہیں جان سکتے۔ دُوسرا اِنسان بھی اُس بات کو نہیں جان سکتا بالآخر وہ بھی تو آپ کی طرح صِرف دُوسرا اِنسان ہے اور کوئی اِنسان خود بخود اِن سوالات کا جواب نہیں دے سکتا صرف خُدا ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ ایسا کرتا ہے؟ کیا وہ ہمیں بتلاتا ہے؟ کیا وہ اپنی عالمگیر تجویز کو منکشف کرتا ہے؟ کیا وہ آپ کے لِئے اور میرے لِئے اور تمام بنی نوع اِنسان کے لئے اپنے اِرادے ظاہر کرتا ہے؟ مسیحیت پُر زور "ہاں" میں اِن سوالات کا جواب دیتی ہے مُقدس

کتابوں میں خدا نے اپنی مرضی کے بھید کو انبیاء اور رسولوں کے ذریعے ظاہر کیا
ہے۔ اُس نے انہیں یہ کہنے کی اجازت دی کہ وہ کون ہے بات تو ایک ہی ہے لیکن
کہنے کا طریقہ فرق جس طرح ایک نیک ماں کے سات بیٹوں میں ہر ایک بیٹا اپنے
طریقہ سے اُس کی بنسبت بات کرتا ہے اُن میں سے ہر ایک بات تو وہی کہتا ہے۔
اُسی طرح تمام انبیاء بھی واحد خدا کی بابت کلام کرتے ہیں۔ نہ صرف اُسے اِس
حیثیت سے پیش کرتے ہیں کہ خدا ایک ایسی ہستی ہے۔ جو تمام عارضی تبدیلیوں
سے بالاتر ہے۔ بلکہ وہ اُسے یوں پیش کرتے ہیں کہ وہ ایک شخص ہے جو انسان کے
لئے ارادہ رکھتا ہے اور ایک بڑے رئیس کی مانند انسان کو اپنی تجویز پر نہیں
چھوڑ دیتا جو کہتا ہے "میں اُن کے بغیر گذارا کر سکتا ہوں جب تک وہ میرے
پاس نہ آئیں میں انتظار کر سکتا ہوں" خدا کا یہ حال نہیں ہے وہ جو واحد عظیم
خداوند ہے اُس رئیس کی طرح عمل نہیں کرتا جو فخریہ طور خیال کرتا ہے کہ غریب
غلام خود اُس کے پاس آئے خدا انسانوں پر رحم کرتا ہے وہ اُن کے پاس بھی آتا
ہے جو اُس کے پاس نہیں آتے۔ وہ اُن کے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے جس طرح
اچھا چرواہا اپنی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کے پیچھے جاتا ہے اُسی طرح وہ اُن کے پیچھے
جاتا ہے کیونکہ وہ اُن کو جمع کر کے گھر لانا چاہتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ وہ کھوئی رہیں
وہ اُنہیں اپنی رفاقت میں رکھنا چاہتا ہے۔

یہ خدا کا ارادہ ہے پس وہ اپنے لوگوں کو کبھی پیار سے کبھی دھمکی سے
کبھی بلندیوں سے کبھی گہرائیوں سے بلاتا ہے بلکہ خود اُن کے پاس آتا ہے
اچھا چرواہا باوجود اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی گمراہی کے اُن کی تلاش کرتا
ہے۔ اور اُن کے لئے اپنی جان بھی دیتا ہے۔ اِسی اچھے چرواہے خدا ہی
کی بابت بائبل بیان کرتی ہے۔ انبیاء کی آوازیں خدا کی واحد آواز ہے جو

بُلاتی ہے۔ یسوع مسیح خُود خُدا ہے جو آتا ہے +

اُسی میں کلام مجسّم ہُوا اس کے یہ معنی ہیں کہ اُس میں وہ موجُود ہے جو اِن انبیاء اور رسُولوں میں نہ تھا۔ بلکہ جِس کے متعلق بتا ہی سکتے تھے۔ وہ اچھے چرواہے کی بابت صرف ذکر کر سکتے ہیں یہ "وہ ہے جِس کا ہم اِنتظار کرتے ہیں" وہ دروازہ کھول سکتے ہیں اب وہ خُود وہاں کھڑا ہے وہ خُدا کا کلام ہے اُس کی ذات زِندگی اور موت میں خُدا اپنا مقصد اپنی تجویز اور اپنے جذبات کا اعلان کرتا ہے "مَیں نے تیرا نام اُن پر ظاہر کیا" جو بائبل میں خُدا کا کلام ہے وہ یسوع ہے تو پھر کیا تمام بائبل خُدا کا کلام ہے؟ ہاں۔ جہاں تک وہ اُس حقیقت کا بیان کرتی ہے جو مسیح میں یہاں موجُود ہے +

کیا ہر ایک بات جو بائبل میں پائی جاتی ہے سچ ہے؟ مُجھے اِس سوال کا جواب دینے کے لِئے ایک قدرے جدید مثال پیش کرنے کی اِجازت دیجیئے ہر ایک نے تجارتی نِشان (His Masters voice) دیکھا ہے۔ اگر آپ گراموفون ریکارڈ خریدیں تو آپ کو بتلایا جاتا ہے کہ آپ ماسٹر سہگل کا گانا سُنیںگے کیا یہ بات سچ ہے؟ بیشک! کیا آپ واقعی اُس کی آواز سُنیںگے؟ یقیناً! تاہم چند ایسی صدائیں ہیں جو محض مشین کے سبب سے ہیں اور ماسٹر کی اصلی آواز نہیں۔ کیونکہ آپ صرف ریکارڈ کے ذریعے سے ماسٹر سہگل کی آواز سُن سکتے ہیں۔ یہی حال بائبل کا بھی ہے وہ اصلی ماسٹر کی آواز کو سُننے کے قابل بناتی ہے۔ یعنی واقعی اُسکی آواز اُسکے اِلفاظ اور جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ کبھی کبھی آوازیں بھی سُنائی دیتی ہیں اِس لِئے کہ خُدا اِنسان کی آواز کے وسیلے سے اپنا کلام کرتا ہے۔ پُولُوس پطرس یسعیاہ اور مُوسیٰ ایسے اِنسان ہیں لیکن خُدا اُنکے وسیلے سے اپنا کام کرتا ہے۔ خُدا بھی دُنیا میں بحیثیت اِنسان آچکا ہے وہ درحقیقت

خُدا ہے اور درحقیقت اِنسان بھی ہے۔ پس باوجود تمام گڑبڑ کرنیوالی باتوں کے جن سے ہم خلاصی اِس واسطے نہیں پا سکتے کیونکہ وہ اِنسانی ہیں اور بائبل سب اُسکی آواز ہے۔ محض احمق ہی ...... شوروں پر توجہ کرتا ہے جبکہ اُسے اپنے ماسٹر کی آواز کو سُننے کا موقع ہے! بائبل کی یہ اہمیت ہے کہ خُدا اُسکے ذریعے ہم سے ہمکلام ہوتا ہے +

پس ہمیں اُن کی دُوسری کتابوں کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیئے۔ جو خُدا کا کلام ہونے کا بھی دعوےٰ کرتی ہیں۔ اِس کے متعلق دو باتیں کہنی ہیں اوّل کیا آپ مُسلمان ہیں یا ہندو؟ اگر نہیں تو اِن کتابوں کا آپ پر اطلاق نہیں۔ دوئم۔ اگر آپ ہنوز معلُوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اُن دُوسری کتابوں کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیئے تو مَیں آپ کو صرف ایک بات بتلا سکتا ہُوں اور وہ یہ ہے کہ ہمیں اُن میں اُس آواز سے جو ہم بائبل میں سُنتے ہیں ایک مختلف آواز سُنائی دیتی ہے۔ یہ اُس خُدا کی آواز نہیں اور نہ ہی اُس اچھے چرواہے کی آواز ہے جو اپنی بھیڑوں کے پاس آتا ہے بلکہ یہ آواز کسی غیر کی ہے۔ ممکن ہے یہ آواز بھی کسی نہ کسی طرح سے خُدا ہی کی ہو اگر ایسا ہے تو یہ آواز مشکل سے پہچانی جا سکتی ہے۔ جیسے ممکن ہے کہ ایک گھٹیا تصویر آپ سے ملتی ہو لیکن آپکی سی شبیہہ نہ ہو +

اب کیا اَور بھی سوالات ہو سکتے ہیں؟ میری رائے ہے کہ اگر معاملہ یُوں ہی ہے تو فقط ایک نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ ایسا جانیں اَور ماسٹر کی آواز توجہ سے سُننا شروع کریں +

۳- خُدا کا بھید

جو شخص خُدا کو گویا ایک چچازاد بھائی سمجھتا ہے جس کی بابت وہ قُدرتی طور پر ہر ایک بات جانتا ہے - درحقیقت خُدا کی بابت ہرگز کچھ نہیں جانتا - وہ پہلی اور نہایت ضروری حقیقت جو ہم خُدا کی نسبت جان سکتے ہیں ہمیشہ یہ ہے کہ "ہم" اُسکے بارے میں کچھ نہیں جانتے - ماسوا اُس کے جو اُس نے خُود ہم پر ظاہر کیا ہے - خُدا کا اپنے آپ کا مکاشفہ اِس طور پر وقوع میں آتا ہے کہ وہ اَور بھی زیادہ گہرے طور پر ظاہر کرتا ہے - کہ خُدا ہمارے خیال اور تصوّر کی رسائی سے بعید ہے - جو چیزیں ہمارے علم میں ہو سکتی ہیں وہ دُنیا ہے - خُدا دُنیا نہیں ہے - اِس لئے وہ ہمارے تمام علم سے بالاتر بھی ہے - وہ راز اور بھید ہے وہ محض ایک معمہ نہیں ہے - کیونکہ معمے آخرکار حل کئے جا سکتے ہیں - بعض جلدی اور بعض دیر میں - خُدا بھید ہے - اُس کے یہ معنی ہیں کہ معمہ کو ہم حل نہیں کر سکتے - کیا تو تلاش سے خُدا کو پا سکتا ہے؟ اِنسان کے مغرور "ابھی نہیں" کا بائبل جواب دیتی ہے "کبھی نہیں" ایسی عظمت ایسے گہرے گڑھے کی مانند ہے کہ جو کوئی اُس کے اندر نگاہ ڈالتا ہے اُسکا دماغ چکرا جاتا ہے - "ازل سے ابد تک" اس کو کون سمجھ سکتا ہے؟ وہ جو ابتدا میں تھا جب کہ ہنوز کوئی چیز نہ تھی اور جس کی مرضی سے تمام چیزیں جو موجود ہیں معرضِ وجود میں آئیں - کون ایسی بات کو خیال میں لا سکتا ہے؟ جب ہم خُدا کے بھید کا خیال کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو نکمے اور ناچیز محسوس کرتے ہیں - ہمیں یاد آجاتا ہے کہ ہم خاک ہیں +

لیکن ایک اَور خیال ہے - جو ہمیں اَور بھی پست کرتا ہے - وہ خیال یہ ہے کہ

خُدا قُدوس ہے غالباً ہم میں سے ہر ایک کو یاد ہوگا کہ بچپن میں جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ خُدا کی آنکھ لگاتار آپ کو دیکھتی رہتی ہے۔ تو اِس بات کا آپ پر اُس وقت کیا اثر ہُوا۔ "وہ تمہارے دِل کے اندر بھی دیکھتا ہے" اور تمہارے اندر کوئی ایسی بات نہیں جسے خدا نہیں جانتا کیونکہ ہم اُس وقت بھی بالکل اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ "دیکھنا" "انصاف کرنا" بھی ہے۔ خُدا نہ صرف ناظر ہی ہے بلکہ وہ مالک بھی ہے۔ اِس سے یہ مُراد ہے۔ کہ خُدا کچھ طلب کرتا ہے اور اُس کا مُطالبہ غیر مشروط ہے۔ ایسے آدمی بھی ہیں جو عظیم قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ اور جن کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہیں اپنے مطالبے کا علم ہے۔ ایسے آدمیوں سے حیرت انگیز اثر یعنی ایسی چیز گویا دینے والی قوت صادر ہوتی ہے۔ لیکن اِنسانی قوتِ ارادی کیا ہے؟ کوئی آدمی مُطلق طور پر کوئی چیز نہیں چاہتا اُس کے لِئے مضبوط ترین اِرادہ بھی از حد کمزور ہے آہنی اِرادہ بھی تابع کیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک اِنسان کے لِئے شرائط ہیں جن کے ماتحت وہ قطعاً آگے نہیں بڑھ سکتا۔ لیکن خُدا کا اِرادہ مطلق ہے۔ وہ جُملہ اشیاء کا خُدائے مُطلق بننا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ چاہتا تو وہ خُدا نہ رہتا۔ لیکن یہ خیال کہ وہ ضرور اِرادہ رکھتا ہے اور اپنے لِئے غیر مشروط فرمانبرداری چاہتا ہے۔ ہمیں واقعی پُورے طور پر فروتن بناتا ہے۔ "قُدوس خُدا کا احساس ہمیں قادرِ مُطلق خُدا" کے احساس کی نِسبت بھی زیادہ برباد کرتا ہے جب یسعیاہ نبی نے کروبیوں سے یہ گیت سُنا کہ "قُدوس۔ قُدوس۔ قُدوس ربّ الافواج ہے" تو اُس نے جواب دیا کہ مجھ پر افسوس۔ مَیں تو برباد ہُوا خُدا کی قُدوسیت ایک طاقتور برقی رَو کی مانند ہے جو اُسے چھُوتا ہے مر جاتا ہے۔ جو خُدا چاہتا ہے اور جو اُس کی مُطلق مرضی ہے اگر ہم اُس کا اِنکار کریں تو پھر کیا انجام ہوگا؟ اگر ہم اُسکا حُکم نہ مانیں تو کیا انجام ہوگا؟ ایک موٹر کا تصور کیجئے جسے ایک پاگل آدمی چلا رہا ہے۔ وہ پاگل آدمی

کسی دیوار کو اپنا راستہ روکنے کی اجازت نہیں دیگا۔ وہ کہتا ہے کہ مَیں اس کی برداشت نہیں کرونگا۔ اور پُورے زور سے چلانا شروع کر دیتا ہے۔ اَور دیوار سے ٹکرا جاتا ہے۔ یہ اُس شخص کی مثال ہے جو خُدا کا نافرمانبردار ہے۔ وہ خُدا کی پاکیزگی کیساتھ ٹکرا کر ضرور اپنے آپ کو پاش پاش کر دیگا۔ خُدا کی قُدوسیت مُطلق ہے۔ اِنسانی فرمانبرداری خُدا سے ٹکر لگا کر چکنا چُور ہو جاتی ہے۔ خُدا مغروروں کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ ایک اَیسا قانُون ہے۔ جو قانُونِ کشش سے بھی زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ خُدا کی یہ بات کہ ہم غیر مشروط طور پر خُدا پر اِعتماد کر سکتے ہیں دُنیا کی نجات کا سبب ہے۔ کیونکہ اُس کے بغیر ہر ایک چیز بدنظمی میں شامل ہو جائیگی خُدا کی راستبازی پہاڑوں کی طرح قائم ہے۔ وہ جو خدا کا سامنا کرتا ہے وہ خُدا سے ٹکرا کر چکنا چُور ہو جاتا ہے خُدا کے غضب کے یہی معنے ہیں۔ چُونکہ خُدا کا اِرادہ مطلق فرمانبرداری ہے۔ اِس لیئے وہ نافرمانبرداری سے مُطلقاً نفرت رکھتا ہے۔ وہ جو حُکم عدولی پر اِصرار کرتا ہے وہ خُدا کے خوفناک غضب کے نیچے گِر جاتا ہے یہی قُدوس خُدا ہے۔

خُدا کی قُدرت اِس سے بھی بڑی ہے اس قُدوس خُدا کا اِرادہ یعنی وہ جو مُطلق طور پر چاہتا ہے محبت ہے۔ وہ ہمارے لیئے بیحد محبت کا جذبہ رکھتا ہے۔ وہ ہمیں اپنے آپ کو دینا چاہتا ہے وہ ہمیں اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ پیوست کرنا چاہتا ہے شراکت ہی وہ شے ہے جو وُہ مُطلق طور پر چاہتا ہے۔ خُدا نے دُنیا کو اِس لئِے پَیدا کیا کہ وہ ہم کو اُس میں شریک کرے۔ اُس نے ہمیں شراکت کے لِئے پَیدا کیا اُس نے ہمیں اس لیئے پَیدا کیا کہ وہ ہمارے ساتھ شراکت رکھے۔ اِسی وجہ سے اُس نے دُنیا اَور اِنسانیت کو جو اُسے نہ چاہتی تھی اِجازت نہ دِی کہ اپنی تجاویز کی پیروی کرے۔ بلکہ ایک ماں کی طرح اُس کی طرف دَوڑتا ہُؤا گیا۔ جو اپنے

بے وفا بچّے کے پیچھے شہر کی تمام پگڈنڈیوں پر چلتی ہے اور آخر کار اُسے پا لیتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک اُس ماں کو مایوس کُن صلاح دیتا ہے۔ کہ "اُس بدنما چیز کے پیچھے بھاگنے سے شرم کرو وہ ایسے سلوک کا درحقیقت مستحق نہیں ہے" تاہم وہ ماں صرف یہ کہہ سکتی ہے کہ "پھر بھی میں اُس کی ماں ہوں"۔ اِسی طرح خُدا بھی ہے اُس نے یسُوع مسیح میں اپنے آپ کو دِکھایا ہے۔ کہ وہ اُس ماں کی طرح ہے۔ اِنسانی نجاست کی گہرائیوں میں اُتر کر اپنے آپ کو گند میں لت پت کرنا اُس کے لِئے کوئی بڑی بات نہیں ہے تاکہ وہ اپنے بچّے کا پیچھا کرکے اُسے گمراہی سے بچائے۔ "کیونکہ ابنِ آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور بچانے کے لِئے آیا"۔ یہ خُدا کا رحم ہے +

خُدا کی محبّت کی عظمت کو سمجھنے کے لِئے لازم ہے۔ کہ ہم اِس لاانتہا اور پُر رحم تلاش کو اُس کے ساتھ جو ہم نے خُدا کی عظمت اور قدوسیت کی بابت کہا اپنی نگاہ کے سامنے رکھّیں۔ اگر ایک بھکاری دُوسرے بھکاری کا ہاتھ پکڑے تو یہ تعجّب انگیز بات نہیں ہے۔ لیکن کِسی نے کِسی بادشاہ کی بابت سُنا کہ اُس نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر ایک بھکاری کا ہاتھ پکڑا! یہ خُدا کی محبّت ہے جو انجیل اور صرف اِنجیل بیان کرتی ہے کہ آسمانی بادشاہ جس کی عظمت بے قیاس ہے اپنے بے وفا بچّے کی اُس کی تمام گندگی میں تلاش کرنے کے لِئے نیچے اُتر آتا ہے اور ہم بھکاریوں کو جاننا چاہیئے کہ وہ کِس قِسم کا بادشاہ ہے۔ جو نیچے اُتر کر ہمارے پاس آگیا ہے۔ ہمیں خُدا کی قدوسیت اور اپنے گناہ سے ڈرنا چاہیئے تاکہ خُدا اپنی محبّت کے وسیلے سے ہمارے دِل کو تابعدار بنائے۔ خُدا ایک بات مُطلق طور پر چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خُدا کے محبّت کرنے کے اِرادہ کی عظمت اور حقیقت کو جانیں اور ہم اُسکے اِرادہ کو اپنی رہنمائی کرنے کی اِجازت دیں ہمارا دِل ایک قلعہ کی مانند ہے جس کو خُدا فتح کرنا چاہتا ہے وہ اُس کی فتح اپنی محبّت سے کرنا چاہتا اگر ہم اُسکی محبّت سے مغلوب ہوکر دروازہ کھولیں

تو اُس میں ہماری رُوحوں کی سلامتی ہے۔ لیکن اگر ہم بضد ہو کر اُس کی محبت یعنی اُس کے مُطلق اِرادہ کی طرف سے اپنے دِلوں کو بند کر دیں تو ہم پر افسوس اگر ہم خدا کی محبت کے تابع ہونے سے اِنکار کرینگے تو پھر بھی ہمیں اُسکے مطلق اِرادے کا تجربہ ہوگا۔ لیکن اِس صُورت میں اُسکا مطلق اِرادہ اُس کا غضب ہوگا +

۴۔ خالِق اَور مخلُوق

بائبل کا پہلا لفظ خالِق اور مخلوق کے متعلق ہے لیکن یہ صرف ایسا پہلا لفظ نہیں ہے۔ جس سے کوئی شخص اہم ترین مُعاملات کی طرف بڑھنے کے لیئے شروع کرتا ہے۔ یہ اِبتدائی لفظ ہے۔ یہ ایسا بُنیادی لفظ ہے جس پر دیگر تمام باتوں کا دارومدار اور انحصار ہے۔ اُسے ہٹا دیجیئے اور ہر ایک چیز درہم برہم ہو جائیگی۔ واقعی اگر کوئی شخص دُرست طور پر سمجھ لے کہ خالِق سے بائبل کا کیا مطلب ہے تو اُس نے پُوری بائبل کو دُرست طور پر سمجھ لیا۔ باقی ہر ایک لفظ یعنی بات اُسی پاک لفظ میں شامل ہے کاشکہ لوگ اپنے خالِق کو جانتے لیکن؟ کیا وہ اپنے خالِق کو جانتے ہیں؟ جب وہ کہتے ہیں کہ اَے خُدا تو میرا خالِق ہے کیا وہ اسکا مطلب بھی سمجھتے ہیں؟ یہ خُدا کا قصور نہیں ہے۔ کہ ہم اُسے اس طرح نہیں جانتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ایک شاہی محل میں ہر ایک چیز کا شاہانہ طور پر اِنتظام کیاجاتا ہے جیسے ایک بڑے نگار خانہ میں پورا گھر صناع کی شہادت دیتا ہے اگرچہ وہ دِکھائی نہیں دیتا۔ اُسی طرح دُنیا بھی شاہِ معظم اور صانع معظم کا گھر ہے ہم اُسکو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ آدمی خُدا کو نہیں دیکھ سکتا وہ صرف دُنیا کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ دُنیا اُس کی مخلوقات ہے اور خواہ اُسے

اِس بات کا شعور ہو یا نہ ہو وہ اُس کا بیان کرتی ہے جس نے اُسے بنایا تاہم اِس شہادت کے باوجود آدمی خُدا کو نہیں جانتا یا کم از کم دُرست طور پر نہیں جانتا۔

ہر ایک آدمی کے دو ہاتھ ہیں جن میں سے ہر ایک کِسی دُوسری چیز سے جو اِنسانی صنعتی اِستعداد نے پیدا کی ہے بہت بڑا شاہکار ہے۔ لیکن آدمی اپنے کاموں میں اِس طرح مستغرق ہے کہ وہ ہر ایک اِنسانی کاریگری کی تعریف کرتے ہیں اور اسکا عظیم مظاہرہ کرتے ہیں۔ تاہم خُدا کے مُعجزانہ کاموں کو دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں ہر ایک شخص کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی خیال کیا ہے کہ ایک دیکھنے والی آنکھ کیسا حیرت انگیز مُعجزہ ہے؟ ہاں وہ رُوح کی کھڑکی وہ ایک کھڑکی سے بھی زیادہ چیز ہے آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنکھ بذاتِ خُود رُوح ہے جو دیکھتی ہے اور دیدنی شئے ہے۔ کِس نے اُسے بنایا کہ کروڑہا ریشوں اور نسوں کو اِس طرح اِکٹھا کیا گیا ہے کہ وہ بینائی دے سکتی ہے۔ کیا وہ اِتفاق سے بنی ہے؟ یہ عجیب بے تحاشہ وہم ہے سچ ہے کہ آپ آنکھ کے ذریعے سے صِرف اِنسان ہی کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ آپ خالِق کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ہم ایسے احمق واقع ہُوئے ہیں کہ ہم اُسے نہیں دیکھتے ہم خُدا کی پیدا کی ہُوئی دُنیا میں ایسا رویہ دِکھاتے ہیں (اگر ہم یہ بھدی تشبیہہ استعمال کریں)، جیسے ایک کُتا بڑے صنعت خانہ میں۔ ہم تصاویر تو دیکھتے ہیں تاہم اُنہیں دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں کیونکہ اگر ہم اُنہیں دُرست طور پر دیکھتے تو ہم خالِق کو بھی دیکھتے ہم اپنے پاگل پن کبر و نخوت اور بدتمیزی کے باعث خالِق کو اُس کی مخلوقات میں دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں تاہم خالِق اتنی بلند آواز سے بولتا ہے کہ ہم اُسکی آواز سُن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام زمانوں کے لوگ اگرچہ اُنہوں نے اُسے نہ جانا تاہم اُسکی ہستی کا کچھ نہ کچھ احساس اُنکو تھا۔ کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں خالِق کی

نسبت کسی قسم کی قیاس آرائی نہ ہو لیکن آدمیوں نے کبھی اُسے دُرست طور پر نہیں جانا ہے۔ قدرت کی کتاب ہم جیسے کند ذہن اور ضدی طالبعلموں پر خالق کو دُرست طور پر ظاہر کرنے کے لیٔے کافی نہیں ہے۔ پس خالق نے ہمیں ایک اور کتاب دی ہے جو زیادہ صفائی سے لکھی ہوئی ہے اور جس میں سے ہم نے اُسے جانا ہے وہ کتاب بائبل ہے اُس نے بائبل کی کتاب میں اپنی تصویر بھی کھینچی ہے تاکہ ہم سب دیکھیں کہ وہ واقعی خالق ہے۔ اس تصویر کا نام یسوع مسیح ہے اور اُس کے ذریعے ہم اپنے خالق کو صحیح معنوں میں پہلی بار دیکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم اُس میں مخلوقات کے لیٔے خُدا کا اِرادہ معلوم کرتے ہیں۔

خُدا نے پہلے اپنے آپ کو بنی اسرائیل میں بحیثیت خالق ظاہر کیا اِس وقت دُنیا مذاہب سے پُر تھی۔ لیکن اُنہوں نے تمام دُنیا کے واحد خُداوند کی عزت اور توقیر نہ کی اور بُت پرستوں کے دیوتا کچھ انسانی تصور کی بناوٹ اور کچھ حقیقی خُدا کے بارے میں انسانی قیاس کے مجموعہ کا بے معنی نتیجہ ہے۔ افلاطون ارسطو جیسے مفکروں نے واقعی ایک ایسی الوہیت کا بیان کیا جو تمام چیزوں پر حاوی ہے۔ لیکن وہ زندہ خُدا سے ناواقف تھے۔ خُدا کو پسند آیا کہ وہ اسرائیل کی چھوٹی قوم پر اپنے آپ کو خُداوند ظاہر کرے اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خُدا کو اُس طرح استعمال نہ کریں جس طرح کوئی شخص ایک قلی کو استعمال کرتا ہے اور اور جس طرح بُت پرست اپنے دیوتاؤں کو استعمال کرتے ہیں۔ خُدا اسرائیل پر اس طرح ظاہر ہُوا کہ وہ انسان سے ملتا ہے اور بطور خُداوند اُس پر دعوے کرتا ہے "میں تیرا خُداوند خُدا ہوں"، "میں تمہارا خُدا ہونگا" اور تم میرے لوگ ہوگے۔ یہ وہ خُدا ہے جس کی ہم رُوح اور جسم سمیت ملکیت ہیں کیونکہ ہم اور وہ سب کچھ جو ہم میں ہے خُدا سے صادر ہُوا ہے خُداوند خُدا خالق خُدا بھی ہے۔ اور صرف جب ہم

اُسے خُداوند خُدا جانتے ہیں۔ ہم اُسے دُرست طور پر خالِق جانتے ہیں۔ بُت پرست لوگ اور اُن کے سب سے بڑے حُکما بھی خُدا اور دُنیا کے درمیان اور خُدا اور اِنسان کے درمیان اور خُدا اور قُدرت کے درمیان دُرست طور پر فرق نہیں جانتے اِن تمام باتوں کو اُنہوں نے باہم مِلا دِیا ہے۔ خُدا نے پہلے اِسرائیل پر اپنے آپ کو ظاہر کیا کہ وہ تمام دُنیا سے بالاتر ہے اور دُنیا کا خُداوند ہے دُنیا اس سے اور دُنیا اُسی کے وسیلے سے اور اُسی کے واسطے پیدا ہوئی ہے یہ کہنا کہ ایک الٰہی ہستی نے دُنیا کو پیدا کیا خالِق پر اِیمان نہیں ہے بلکہ یہ دُنیا کے ماخذ کا ایک نظریہ ہے جس کی کُچھ اہمیت نہیں خُدا خالق ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ "آپ کا خالِق دُنیا کا خُداوند ہے" "وہ آپ کا خُداوند ہے" آپ کُلّی طور پر اُسکی ملکیت ہیں اُسکے بغیر آپ کُچھ نہیں آپ کی زِندگی اُس کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو اپنے لِئے چاہتا ہے مَیں خُداوند تیرا خُدا ہُوں میرے حضُور تیرے لِئے کوئی دُوسرا خُدا نہ ہو (دیوتا) اِسکا مطلب یہ ہے کہ "تُو اپنے خُداوند خُدا کو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے پیار کر" یہ کوئی دُنیا کے ماخذ کے متعلق خُوبصُورت اور دلچسپ نظریہ نہیں ہے اگر آپ اُس پر اِیمان رکھیں آپ خُدا کے غُلام بن جائینگے تب آپکی زِندگی دُوسرا مطلب رکھیگی تب آپ واقعی ایک دُوسرا اِنسان بن جائینگے بلکہ یُوں کہنا چاہیئے اَب آپ پہلی مرتبہ ایک اِنسان بن گئے ہیں۔ خالِق خُدا پر اِیمان رکھنے سے مُراد خُداوند خُدا کا حُکم ماننا ہے۔

۵۔ دُنیا کے لِئے خُدا کی تجویز

جب مُسافرات کے وقت پہاڑ کی چوٹی سے نیچے زیورک شہر پر نگاہ

ڈالتا ہے تو شہر کی ٹمٹماتی بتیوں کے مضمحل کرنے والے جھگٹے کے بیچ میں ایک کشادہ منور قلعہ کو دیکھتا ہے اگرچہ کوئی شخص بتیوں کے اِس اجتماع کی اس اہمیت کو نہیں سمجھتا تاہم یہ قطعہ خوبصورت اور دِلکش ہے یہ قطعہ ریلوے سٹیشن کے سامنے چوک ہے ہزاروں بتیوں میں سے ہر ایک بتی اپنی جگہ پر قائم ہے لیکن وہ مسافر جو اُوپر بلندیوں پر ہے اس کامل ترتیب اور نظام کی بابت کچھ نہیں جانتا صرف بجلی کا بڑا کارِیگر جانتا ہے کہ یہ اِنتظام کیوں کیا گیا ہے دُوسرا اِنتظام کیوں نہیں کیا گیا اُس کے پاس نقشہ ہے اور وہ پُوری تجویز کی ایک نِگاہ سے گرفت کر سکتا ہے اُس کی بصیرت اور اُسکا اِرادہ ہی اُس تمام چیز پر نگہداشت کرتے ہیں۔ اُسی طرح بعینہ ہمیں بھی اُس کے متعلق سوچنا چاہیئے جو تمام دُنیا میں واقع ہوتا ہے ہم غریب ناچیز اِنسان انوکھی دُنیا میں ڈالے گئے ہیں۔ اور ہم اِس ساری دُنیا کا مشاہدہ نہیں کر سکتے ممکن ہے کہ ہمیں اِدھر اُدھر قدرت کی حیرت انگیز ترتیب یا سِتاروں کی باقاعدگی کی ایک جھلک دِکھائی دے اگرچہ یہ وہ کائینات کی وسیع جگہوں پر بکھرے ہُوئے ہیں تاہم وہ ایک قانُون کے پابند ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اُسی ترتیب کی جھلک دُنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیزوں میں دیکھیں جو محض خوردبین ہی کے ذریعے دیکھی جا سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اُس ترتیب کی جھلک بھی دیکھیں جو دیدنی اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ جنکے متعلق سائنس نے حیرت انگیز معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی پھُول یعنی ایک پھُول کی بناوٹ میں یا مکھی سے لیکر ایک وہیل مچھلی تک کے حیوانوں کی ساخت میں ملے۔ یہی قابلِ ذکر قانُون قدرت کی پابندی اِنسانی زندگی میں باغبان ہے۔ ممکن ہے کہ ہم اِنسان کی زندگی میں بھی قانون کی قابلِ ذکر پابندی دیکھیں۔ لیکن جب ہم پُوچھتے ہیں کہ اس سب کا کیا مطلب ہے اسکا کیا مقصد ہے تو ہمیں قطعی طور پر کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ دُنیا کے واقعات کے مقصد

کے متعلق ہم ہوشیار نظریے اور قیاسات پیش کر سکتے ہیں اور کئی زمانوں میں آدمی
اَیسا کرتے آئے ہیں اور اُنہوں نے دُنیا میں اُن واقعات کے متعلق یعنی مقصد کے
بارے میں جو دُنیا میں نہایت عجیب رائیں ظاہر کی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے تجربے
کے تنگ دائرہ کے مرکز سے قیاس کے گھوڑے دوڑائے ہیں لیکن ایسی بُنیاد پر
کون عمارت کی تعمیر چاہیگا۔ کَون یہ کہنے کی جرأت کریگا کہ ہاں یہ بات اَیسے ہی ہے؟
ہر ایک محسوس کرتا ہے کہ یہ ایک ایسی بات کے متعلق جو ہمارے اِدراک و
تصوّر کے باہر ہے۔ صرف فروتن رائیں ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم اَور دُنیا کہاں
جارہی ہے باوجُود تمام جُستجو اور تجربہ کے یہ بات ہمارے لِئے ایک (عمیق)
راز سربستہ ہے اور ہمارے اُوپر اسکا بھاری بوجھ ہے۔ اَیسا معلوم ہوتا ہے کہ
ہم گویا تاریکی میں اپنا راستہ ٹٹول رہے ہیں۔ کِدھر کو؟ کیوں؟ ہر ایک چیز کے
کیا معنی ہیں؟ کیا نشانہ ہے؟ چُونکہ ہمیں اسکا علم نہیں اِس لِئے ایک آدمی کی طرح
جسے قَید بامُشقت کی سزا دی جاتی ہے اور وہ اپنی سزا کی وجہ نہیں جانتا ہم خوفزدہ
مایوس اور حیران ہوتے ہیں۔ چُونکہ ہمیں دُنیا کی تجویز کی اندرونی بینائی حاصل نہیں ہے
اِس لِئے ہم کُند ذہن اور بے حس واقع ہُوئے ہیں۔ ایک اَیسا ہے جو دُنیا کے انجام
کو جانتا ہے۔ جس نے پہلے خاکہ بنایا۔ اور جس نے اِسی تجویز کے مُطابق دُنیا کو پیدا
کیا۔ اور اُس پر حکمرانی کرتا ہے جو چیز ہمارے لِئے انتشار ہے وہ اُسکے لئے ترتیب
ہے۔ جس چیز کو ہم اِتفاق کہتے ہیں اُس نے اُسکو مرتب کیا اور ازل سے اُس پر
غور کرکے اپنی قُدرت سے عمل میں لایا۔ درحقیقت ہمارے لِئے یہ جاننا کافی ہے
کہ "وہ قُدرت کے ساتھ تخت نشین ہے اور تمام باتوں کو خُوش اسلُوبی سے انجام
دیتا ہے۔" کیا یہ اتفاق ہے؟ اِس بناوٹی لفظ سے ہم محض یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "ہم
نہیں جانتے کہ امورات کیوں اس طرح وقوع میں آتے ہیں۔ لیکن خُدا جانتا ہے۔ خُدا

ایسے ہی چاہتا ہے۔ اِتفاق کوئی چیز نہیں ہے کہ جِس طرح جاننے کو اسٹیشن پر بتیاں بھی اِتفاق سے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ عظیم کاریگر ہے اُس کی وجہ جانتا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں یہ اِتفاقیہ ہے درحقیقت خُدا نے اپنی بڑی شفقت سے اور بھی زیادہ کام کیا ہے۔ وہ ہمیں تاریکی میں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اُسکی یہ مرضی نہیں ہے کہ ہم صِرف زیادہ۔ متحیر اور اُیسے بے حِس ہو کر زِندگی میں سے گزریں بلکہ اُسکی یہ مرضی ہے کہ اگرچہ ہم محض اِنسان ہیں۔ تاہم ہم اُس کی عظیم تجاویز کا کچھ عِلم حاصِل کریں جو وہ دُنیا کے لئے رکھتا ہے۔ اِس لئے اُس نے اپنے کلام میں اپنی مرضی کے نیک اِرادے تو ہم پر ظاہر کر دیئے اُس نے یہ سب کچھ فوراً نہیں کیا اگر وہ ایسا کرتا تو آدمی ہر گز نہ سمجھ سکتے لیکن مُدت گذری کہ اُس نے ایک دانا اُستاد کی طرح اپنی تجاویز بنائیں اُس نے اپنی تجویز کو ابراہیم۔ مُوسیٰ اور انبیاء پر درجہ بدرجہ ظاہر کیا اور اُن تجاویز کو ہمیشہ اور بھی صاف کرتا گیا اور آخر کار۔ جب پُورا ہو گیا، تو اُس نے اپنے دِل کا انکشاف کیا اور آدمیوں کو دِکھایا کہ اُس کے دِل میں کیا ہے یعنی اُس نے اپنے نِشانہ کو ظاہر کر دیا تب اُس نے اپنی تجاویز کو راز کی تاریکی سے نِکال کر تمام دُنیا پر ظاہر کر دیا یعنی اُس نے یسُوع مسیح کو بھیج دِیا جو خُود خُدا کا کلام ہے۔ اور عالمگیر تواریخ کے معنی کا الٰہی مکاشفہ ہے تاکہ ہم آئیندہ کو تاریکی میں نہ چلیں بلکہ روشنی میں چلیں۔ خُدا کی تجاویز اِنسان کے اُن قیاسات سے جو وہ دُنیا کے معمہ پر کرتا ہے کِس قدر مختلف ہیں! خُدا کے اِس بڑے کلام کو ہم اِس طرح سمجھتے ہیں یِسوع مسیح۔ میل مِلاپ۔ نجات۔ گُناہوں کی مُعافی۔ ابدی زندگی کا وعدہ۔ خُدا کی اپنی زِندگی میں تمام باتوں کا پُورا ہونا۔ دُنیا کے لِئے خُدا کی یہی تجویز ہے شائد کوئی کہے کہ اگر مُعاملہ یُوں ہی ہے تو میری حالت ٹھیک ہے۔ بدقِسمتی سے خُدا کے گھرانے میں اِس طرح وقوع میں نہیں آتی۔ یقیناً ہم خُدا کی بادشاہت میں صرف

فضل سے یعنی اُسکی مُفت بخشش سے حِصّہ لے سکتے ہیں۔لیکن وہ شخص جو کہتا ہے کہ میری حالت ٹھیک ہے۔ اُس کا خُدا کی بادشاہت میں کوئی حِصّہ نہیں ہے خُدا کی مدد ایسی چیز ہے جو اپنے آپ آتی ہے جَیسے بلوغت کے وقت قُدرتی طور پر آواز میں تبدیلی۔ خُدا اِن شرائط سے ہم سے برتاؤ نہیں کرتا کیونکہ وہ ہمارا دِل چاہتا ہے۔وہ اپنے فضل کو ہم پر ٹھونستا نہیں۔ معمار کی طرح جو کِسی دیوار پر مصالحہ پھینکتا ہے۔وہ ہمیں نجات کے لیئے پاس بُلاتا ہے وہ ہمیں اپنی بادشاہت میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کی آواز کو سُنیں اُس پر اِیمان لائیں اور اُس کی فرمانبرداری کریں۔کیونکہ ہم محض ایسی فرمانبرداری کے وسیلہ سے ہی خُدا کی اُس تجویز کو سمجھ سکتے ہیں جو وہ دُنیا کے لِئے رکھتا ہے جو شخص بُلاہٹ سُنتا ہے صرف وُہی نُور حاصل کرتا ہے صرف وُہی " آئیندہ کو تاریکی میں نہیں چلتا" بلکہ خُدا کی روشنی میں چلتا ہے صرف وُہی خُدا کے وسیلہ سے تمام اشیاء سمیت انجام جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خُدا تمام باتوں کو کسی نتیجہ تک پُہنچائیگا اس بُلاہٹ کو سُننا اور اِس بُلاہٹ میں سُننا کہ خُدا ہماری راہنمائی کرکے ہمیں کہاں لے جائیگا اور دُنیا کے لِئے خُدا کی تجویز میں اندرونی بینائی رکھنا......یہی اِیمان ہے +

۶- خُدا اور دُنیا میں شَیطانی عنصر

"اگر دنیا بد رُوحوں سے معمور ہوتی ہے جو ہم سب کو نگلنے کی مُنتظر ہوتیں...."

کون اِنکار کر سکتا ہے۔ کہ یہ دُنیا بدرُوحوں اور بھوتوں سے بھرپور ہے۔ یعنی یہ دُنیا جس میں ہم رہتے ہیں؟ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیئے اِخبارات پر ایک نگاہ کافی ہے۔ ہم روزمرہ حادثے۔ جرائم۔ قحط۔ امراض۔ اِنقلابات اور جنگی تیاریوں کی بابت پڑھتے ہیں۔ اور کیا آپ یہ دعوےٰ کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ یہ دُنیا خُدا کی مخلُوقات ہے اور اِس پر ایک ایسا خدا حکمران ہے جو محبّت ہے؟ کیا آپ کا دماغ بگڑ چُکا ہے؟ ہم اِس کا کیا جواب دیں میرا مشورہ ہے کہ ہم آزادانہ طور پر مُثبت میں جواب دیں ہاں ہمارا دماغ مضمحل ہو چکا ہے یہ ایک حقیقت ہے جو بائبل ہمیں ہماری نِسبت اور ہماری دُنیا کی بابت بھی بتلاتی ہے آپ تصوّر کیجیئے۔ کہ خُدا نے جو دُنیا کی تخلیق کا کام کیا ہے وہ ایک قسم کی کِتاب ہے جیسے چھاپنے والے نے ٹائپ جمایا ہے ہر ایک چیز درست جگہ میں ہے اور پڑھنے والے کو پُر معنی معلوم ہوتی ہے جب ٹائپ جمانے والا چلا جاتا ہے تو ایک بدمعاش ٹائپ میں ابتری پیدا کر دیتا ہے۔ ہر ایک چیز بے ترتیب ہو جاتی ہے تمام جملے اُلٹ پُلٹ ہو جاتے ہیں باقی جملے بے معنی ہو جاتے ہیں کیا آپ ٹائپ جمانے والے پر یہ اِلزام لگائینگے کہ اُس نے ایک پاگل آدمی کی کتاب جمائی ہے؟

ہماری دُنیا کا یہی حال ہے گُناہ کے باعث خُدا کی "عبارتی ساخت" اُلٹ پلٹ ہو جاتی ہے جیساکہ تمثیل میں لِکھا ہے کہ ایک دُشمن آیا اور اُس نے گیہوں میں کڑوے دانے بو دیئے۔ اس دُنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو خُدا اور مخلوقات کی مُخالِف ہے بائبل ایک طاقت کا ذِکر کرتی ہے جو خُدا سے دشمنی رکھتی ہے یہ طاقت تمام شیطانی طاقتوں کا سرغنہ ہے۔ لیکن وہ ایک بے دین طاقت کا اَور بھی زیادہ ذِکر کرتی ہے۔ جسکا ہمیں اپنے تجربہ سے نہایت اچھی طرح علم ہے۔ اور جسکے متعلق ہم بالکُل اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ خُدا کی

مخالِف ہے۔ یہ مخالفت گُناہ ہے اور اِسکا مطلب ہے خُدا کی مرضی کے خِلاف بغاوت یعنی خُدا کی عِبارتی ساخت،، کے خلاف ہمارا ضدی مُقابلہ یقیناً جِس طرح خُدا مُحبّت ہے اُسی طرح میری سرد مہری خُدا کے عمل کے خلاف بے دین شیطانی مقابلہ ہے جب کبھی بے مہری کا کام کِیا جاتا ہے تو خُدا کی مرضی نہیں کی جاتی بلکہ وہ بات وقوع میں آتی ہے جسے خُدا نہیں چاہتا کیا ہم اِس سے یہ نتیجہ اخذ کریں کہ خُدا اِس دُنیا میں یعنی اس دُنیا پر واقعی حکمرانی نہیں کرتا؟

اگر ایک باپ تھوڑے عرصہ کے لِئے اپنے چھوٹے بیٹے کے بد مزاجی کے خود سر کاموں کو محض اِس لِئے سرسری نِگاہ سے دیکھے کہ وہ بچّہ خُود تجربہ کر لے کہ اُس کی اپنی مرضی اُسے کہاں لے جاتی ہے۔ تو کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ باپ کمزور باپ ہے اور اپنے بیٹے کو قابُو میں رکھنے کے لِئے قابلیت نہیں رکھتا۔ بیشک وہ مناسب وقت پر مُقابلہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیگا۔ لیکن وہ راست بازی کو ترجیح نہیں دیتا کہ وہ اپنے بیٹے کو لیکچر سُنائے بلکہ وہ راستبازی کو ترجیح دیتا ہے کہ اُسکا بیٹا تجربہ کے وسیلہ سے اپنے فیصلے کرنے کی تعلیم و تربیت پائے۔ اِس میں ہرگز شک نہیں کہ اگر خُدا چاہتا تو وہ اِس اُلٹ پلٹ دُنیا میں یکدم نظام پیدا کر سکتا بلاشبہ وہ اپنے ہاتھ کی ایک حرکت سے ہمیں فرمانبردار بنا سکتا۔ لیکن وہ ہمیں مجبور کرنا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ ہم اپنی آزاد مرضی سے اُس کی طرف رجُوع ہوں چُونکہ ہم اِس اُلٹ پُلٹ دُنیا میں رہتے ہیں اِس لِئے وہ ہمیں اپنا کلام عنایت کرتا ہے۔ یعنی وہ ہمیں شریعت اور وعدے دیتا ہے تاکہ ہم بدی کی حماقت اور اُس کی محبت کی دائمی فطرت کو دیکھکر آزادی اور خُوشی سے اُس کی طرف واپس آئیں اِسی وجہ سے اُس نے مسیح یسُوع میں اپنے آپ کو اس اُلٹ پُلٹ دُنیا کے حوالہ کر دیا ہے اور دُنیا کو اِجازت دی ہے کہ اُس

کے خلاف غضب ڈہائے۔ کہ انسانی حماقت نے اُس کے بیٹے کو مغلوب کیا اُس نے اپنی بے بیان محبت کو اُس میں عیاں کیا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں وہ ہمیں دِکھلاتا ہے کہ وہ کیسے اِس ٹیڑھی دُنیا کا مالک ہے یعنی وہ اِتنا مالک ہے کہ وہ اپنی محبت ظاہر کرنے کے لیئے دُنیا کے پاگل پن کو بھی اِستعمال کر سکتا ہے۔ خُدا نے اور یُوں اپنا شاہکار پیش کیا ہے (اگر ہم انسانی طور پر اُسی طرح اُسے ظاہر کریں) اور دِکھلایا ہے کہ وہ اس دُنیا کی سب سے بڑی تاریکی کا بھی خُداوند ہے اور کہ آدمی اُسکے خِلاف بغاوت میں بھی اُس کی مرضی کے مُطابق اِستعمال کیئے جانے کیلیئے ہاتھوں میں ہتھیار لیئے رہتے ہیں +

اگر ہم محض مَوجُودہ دُنیا کے ذریعہ سے خُدا کو معلُوم کرنے پر مجبُور ہو جائیں تو شائد ہمارے دِل میں یہ خیال پیدا ہو کہ دو قِسم کے خُدا ہیں یعنی نیک خُدا اور بد خُدا۔ مخلصی دینے والا خُدا اور برباد کرنے والا خُدا لیکن ہم یسُوع مسیح کی صلیب میں معلوم کرتے ہیں کہ ہلاکت خُدا کا اِرادہ نہیں ہے اور اس کے باوجُود خُدا دُنیا پر مالکانہ تصرّف رکھتا ہے اور اپنی محبت کے نیک اِرادوں کو پُورا کرتا ہے۔ وہ ہمیں مَوقع دیتا ہے کہ ہم اُس کی طرف رجُوع کرنے کا خُود فیصلہ کریں اور وہ ہمیں اِس اُلٹ پُلٹ اور بد رُوحوں سے معمور دُنیا میں اپنی ثابت قدم تخلیق۔ وفاداری کے کافی نِشانات دیتا ہے تاکہ ہم اپنا راستہ معلُوم کرنے کے قابِل ہوں +

ہاں لیکن ہم خُدا کی محبت سے تمام بدی۔ ناراستی اور دُکھ کی کیسے تشریح کریں؟ پیارے دوست اِن باتوں کی تشریح کرنے کا کام کِس نے آپ کے سُپرد کر رکھا ہے؟ جو آدمی دُنیا پر خُدا کی حکومت کی تشریح کرنیکا خیال کرتا ہے وہ اُس ناتجربہ کار سپاہی سے زیادہ مضحکہ خیز ہے جو جرنیل کی تجویز کی تشریح کرنا چاہتا ہے یا وہ اُس دوکان کے نوکر سے بھی زیادہ احمق ہے جو ایک وسیع صنعتی کاروبار کے اِنتظام کی نقطہ چینی

کرتا ہے اَے اِنسان تو دُنیا کے نظام کی بابت کیا جانتا ہے تو ایسا حاکِم نہیں جو مخلُوقات کی اچھی طرح سے نگہداشت کر سکے - ہمارے لئِے یہی جاننا کافی ہے کہ جو خُدا اس مضمحل دُنیا میں بعیدالقیاس طریقہ سے حکُومت کرتا ہے وہ اپنے بیٹے کی صلیب کے ذریعے سے بھی حکُومت کرتا ہے خُدا جہاں ہمیں نِشانات دے ہم اُن نِشانات کی طرف اپنی توجہ کریں تاکہ ہم اُس کی مرضی کو سمجھیں خُدا اپنی مرضی اِس دُنیا کی تاریکی میں ہم تک پہُنچاتا ہے اور اُس کی مرضی احکام میں اور مُعافی اور نجات کی خوشخبری میں پائی جاتی ہے ہم اُس کی مرضی سے لپٹے رہیں اور ہم اُس کی مرضی کو جو وہ ہمارے لئِے رکھتا ہے تاریکی میں ڈھونڈنے کی خواہِش چھوڑ دیں جب تک نجات کا دِن نہ آئے تب تک دُنیا کے معمّہ کا حل میسّر نہ ہوگا +

۷- ازلی برگزیدگی

جب تک ہماری زِندگی کی جڑیں ازلیت میں نہ ہوں تب تک وہ سطحی- بے عمق - اور بے معنی رہیگی - ہماری زِندگی یا تو ازلی اہمیت رکھتی ہے یا اُسکی قطعاً اہمیت نہیں ہے چندروزہ اہمیّت بیوقوفی ہے - بائبل ہمیں اِس ازلی گہرائی کو دیکھنے کی اِجازت دیتی ہے "تیری آنکھوں نے میرے بے ترتیب مادے کو دیکھا اور جو ایاّم میرے لئِے مُقرّر تھے وہ سب تیری کِتاب میں لِکھے تھے جب کہ ایک بھی وجُود میں نہ آیا تھا" (زبور ۱۳۹ آیت ۱۶) ہمارا وجُود اِتفاقیہ نہیں ہے - اگرچہ ہم اپنے والدین کے تخم سے پیدا ہُوئے تاہم ہم ازلیت

سے آتے ہیں۔ یعنی خُدا کے ازلی خیال اور ارادہ سے پیشتر اس سے کہ کوئی چیز وجُود میں آتی ہے۔ خُدا اُس پر سوچتا اور ارادہ رکھتا ہے جیسے ہنرمندی کا کام اہلِ فن کے دِماغ میں ہوتا ہے۔ پیشتر اس سے کہ اُس کام کو کپڑے یا کاغذ یا پتھر پر کیا جائے۔ ہماری زِندگی کی جڑیں نہایت گہری ہیں تمام چند روزہ جسمانی مرئیت کے دَور پیچھے اُس کی جڑیں الہٰی غیر مرئیت میں ہیں یعنی ازلی نیک ارادوں میں۔ یہ ایک گہری بات تھی۔ جب کہ ۱۳۹ زبُور کے مُصنّف پر زِندگی کی یہ صفت ظاہر کی گئی جسکی جڑیں خُدا میں ہیں۔ لیکن ہم محسُوس کرتے ہیں کہ زبُور نویس کو ایک ایسے مستقبل کی اِطلاعات دی گئیں جو اِتنا گہرا ہے جتنا اُسکا اپنا منکشف ماخذ اِس بات سے کہ خُدا کی آنکھ نے ہمیں ازلیت میں دیکھا نہ صرف ایک ازلی ماخذ مراد ہے بلکہ ایک ازلی مستقبل بھی مُراد ہے۔ مرقوم ہے کہ جب خُدا کسی اِنسان پر نظر ڈالتا ہے تو وہ اُس پر فضل سے دیکھتا ہے تو وہ اپنا چہرہ اُس آدمی سے چھپا لیتا ہے جس سے وہ خفا ہے۔ جب کسی اِنسان کو اس بھید کی سمجھ دی جاتی ہے کہ خُدا اُسے ازل سے دیکھتا ہے اور جب خُدا کی ازلی طور پر دیکھنے والی آنکھیں اُس پر جم جاتی ہیں تو اُسکا نظریہ خُدا کے نظریے کے ساتھ مِل جاتا ہے تو سب سے بڑی بات جو وقوع میں آسکتی ہے آتی ہے تب اِنسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ خُدا اُسے ازلیت "سے" اور ہمیشہ کے "واسطے" پیار کرتا ہے۔ خُدا نے اِنسان کو ازل سے ابد تک چُن لیا ہے۔ انجیلی ایمان۔ ازلیت سے برگزیدگی + ایسا آدمی جانتا ہے کہ وہ اِس بُری دُنیا اور زمانہ سے اور گناہ اور موت کی خرابی سے اپنی کوشش کے بغیر بچایا گیا ہے یہ فقط خُدا کا فضل ہے محض اُس کا رحم اُسکی لامحدُود محبّت اور اُس کی بزرگی میری نجات کی اساس اور بُنیاد ہے یہ ایک مسیحی کی سب سے

بڑی خوشی ہے - جب شاگرد اپنے پہلے آزاد سفر سے یسوع کے پاس واپس آئے اور سرگرمی سے اطلاع دی کہ وہ خدا کی طاقت سے کتنا کام کر سکتے ہیں تو خداوند نے جواب دیا کہ اس سے خوش نہ ہو کہ روحیں تمہارے تابع ہیں بلکہ اس لئے خوش ہو کہ آسمان پر تمہارے نام لکھے گئے ہیں - جب کسی آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُسکا نام کتابِ حیات میں یعنی برگزیدگی کی کتاب میں لکھا ہوا ہے تو اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اطمینان جو سمجھ سے باہر ہے - کہاں سے صادر ہوتا ہے - تب وہ ایمان کے بلند ترین پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے - اور تب اس دُنیا میں اس عظیم اور نہایت جلالی بصیرت کی حفاظت اور عمل سے زیادہ بلند اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی + لیکن یہ بصیرت کسی آدمی کو اِس مقصد سے نہیں دی جاتی کہ دُوسروں کے احوال کے متعلق نظریات یا قیاسات تعمیر کیے جائیں - آپ برگزیدہ چُنے گئے ہیں اور آپ کے ساتھ یہ ایک شخص جو ایمان لاتا ہے برگزیدہ ہے - ہر ایک شخص جس نے مسیح کے لئے سچائی کے ہاں کا فیصلہ کیا ہے چُنا گیا ہے برگزیدہ لوگ اپنے آپ میں صرف وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور ایماندار وہ ہیں جو اپنے دِلوں میں خدا کے کلام کے تابعدار ہو چکے ہیں +

برگزیدگی کسی شخص پر طلوع نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف ایمان کے پورے آزاد تابعدار اور قابلِ اعتماد فیصلہ میں طلوع ہوتی ہے خداوند روزِ عدالت میں صرف اُن سے کہتا ہے جو اِس دُنیا کے سب سے چھوٹوں کی خدمت کرنے سے خداوند کی خدمت کر چکے ہیں کہ "میرے باپ کے مبارک لوگو آؤ اور اُس بادشاہت کو لو جو بنائے عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے" (متی ۲۵: ۳۴، بائبل) میں برگزیدگی اور تابعداری - برگزیدگی اور ایمان کا شخصی فیصلہ اس طور پر باہم پیوست ہیں کہ جُدا نہیں ہو سکتے کوئی شخص برگزیدگی اور شخصی فیصلہ کو ایک

دُوسرے کے مُقابلہ میں نہیں رکھ سکتا کہ عقلی طور پر مرغوب معلوم ہو۔ عقل کو یہاں سرنگوں ہونا ہے تاہم پُورے طور پر دستبردار ہونا مُناسب نہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کس طرح خُدا آزاد ازلی برگزیدگی اور اِنسان کا ذمہ دار فیصلہ باہم اِکٹھے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہر ایک اِیماندار جانتا ہے کہ وہ باہم اِکٹھے رہ سکتے ہیں "وہ اپنے گھر آیا اور اُسکے اپنوں نے اُسے قبُول نہ کیا لیکن جتنوں نے اُسے قبُول کیا اُس نے اُنہیں خُدا کے فرزند یعنی جو اُس کے نام پر اِیمان لاتے ہیں"

اِیمان کے بغیر مسیح ہمارے لیۓ کچھ معنی نہیں رکھتا بغیر مسیح کے کوئی اِیمان نہیں ہے۔ روشنی زِیادہ ضروری ہے یا رویا؟ یہ احمقانہ سوال ہے! رویا اور روشنی باہم اِکٹھے رہتے ہیں۔ پس اِیمان لائیں اور آپ معلوم کرینگے کہ آپ چُنے گئے ہیں۔ یہ کتابِ مُقدس کا پیغام ہے۔ لیکن کتابِ مُقدس میں اسکے بارہ میں کوئی تعلیم نہیں پائی جاتی کہ خُدا نے ایک شخص کو ازلیت سے ابدی زِندگی کے لِئے اور دُوسرے شخص کو ازلیت سے ابدی سزا کے لیۓ چُن لیا ہے کوئی شخص کتابِ مُقدس کی تعلیمات کے بغیر مشکل سے رہ سکتا ہے۔ منطق اس طرف ہمیشہ غلط راہنمائی کرتا ہے لیکن کتابِ مُقدس خود ایسی بات نہیں کرتی اور نہ ہی ہمیں کرنی چاہیۓ ہمیں کتاب کو اُس کی اپنی حالت میں رہنے دینا چاہیۓ۔ ورنہ ہم اُسکے پیغام کو بگاڑ دینگے۔ کتابِ مُقدس بے اِیمانوں کی عدالت اور ازلی برگزیدگی دونوں کی تعلیم دیتی ہے وہ یہ بھی تعلیم دیتی ہے کہ خُدا کی مرضی کے بغیر کوئی چیز وقوع میں نہیں آتی ہرگز ہرگز نہیں۔ اور وہ یہ ہے لیکن وہ کبھی یہ تعلیم نہیں دیتی کہ خُدا نے بعض کو پہلے سے ہی ردّ کر رکھا ہے۔ یہ خوفناک تعلیم کتابِ مقدس کے خلاف ہے اور ازلی برگزیدگی کی تعلیم نہ صرف کتابِ مُقدس کے مُطابق ہے بلکہ واقعی کتابِ مُقدس کا مرکز اور انجیل کا دِل ہے۔ عقل اُس کی گہرائی تک

رسائی نہیں کر سکتی - خُدا کے کلام سے عقل کا ہمیشہ یہی حشر ہوتا ہے یہ مسئلہ کہ خُدا نے سزا اور جزا کا ازل ہی سے فیصلہ کر رکھا ہے +

(Double Predestination) اِنسانی منطق کا نتیجہ ہے جو کتابِ مُقدّس کی غیر منطقی تعلیم کا مُقابلہ نہیں کر سکتا ہم اپنی ازلی برگزیدگی پر شادمان ہوں اور برگشتگی سے ڈریں - آؤ ہم پولوس کے ساتھ کہیں کہ ہم جو بچ گئے ہیں اور اُس سے آگاہی حاصل کریں کہ "پس جو اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے خبردار رہے کہ گر نہ پڑے" اِس صُورت میں وہ اُس وقت عدالت سے بچ نہیں سکتا مسیحی زندگی کو اُس دروازہ کی مانند جو دو قبضوں پر لٹکا ہُوا ہو اس وعدہ اور آگاہی پر گھومتا ہے اگر وہ ایک یا دوسرے قبضہ سے کھسک جائے تو وہ اچھی طرح گھومنے سے بند ہو جائیگی +

۸- اِنسان کا بھید

اِنسان کیا ہے ؟ اس سوال سے کوئی اَور سوال ضروری نہیں جس طرح جنگ یا امن ایک واحد سرکاری افسر کے قلم کی ایک حرکت اور ضرب پر منحصر ہے - اُسی طرح آپ کی زندگی کا دارو مدار اس سوال کے جواب پر ہے وہ آدمی جو اپنے دِل میں اِعتقاد رکھتا ہے کہ اِنسان ایک حیوان ہے وہ ایک حیوان کی طرح زندگی بسر کریگا یہ بیان کسی معنوں میں اور کسی حد تک دُرست ہے کہ "آپ وُہی ہیں جو آپ اپنے آپکو سمجھے ہیں"

اِنسان کیا ہے؟ کوئی اس سوال کے مختلف جوابات دے سکتا ہے جو جھوٹ نہیں ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اِنسان چُونا فاس فورس اور نائٹ روجن کی کیمیائی آمیزش ہے۔ بائبل اِس بات کو زیادہ سادگی سے بیان کرتی ہے یعنی وہ بیان کرتی ہے کہ اِنسان خاک ہے یہ سچ ہے لیکن اَور بھی رائیں ہیں کوئی کہہ سکتا کہ اِنسان اِک مشین ہے اور یا وہ ایک کارخانہ ہے جس میں کثیر التعداد اور پیچیدہ مشینیں ہیں۔ مثلاً ہاضمہ جو کہ ہضم کرنے والی مشین ہے یہ بھی ٹھیک ہے۔

لیکن یہی مُکمل حقیقت نہیں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اِنسان ایک حیوان ہے لیکن کون اِنکار کر سکتا ہے کہ ہم بہت سی باتوں میں حیوان سے مشابہ ہیں غالباً ہمیں دُوسرے حیوانات سے اپنے جسمانی رشتہ کا سوال قُدرتی سائنس دانوں کے سُپرد کرنا ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ بالکُل دُرست کہتے ہوں تاہم آدمیوں نے ہمیشہ کِسی نہ کِسی طرح معلوم کر لیا ہے کہ اِنسان حیوان سے بڑھ کر ہے اور وہ واقعی ایک عجیب قسم کا سائنٹفک طریقہ ہے۔ جو اُن اِختلافات کو نہیں دیکھ سکتا جو اِنسان اور حیوان اور مشین کو جُدا کرتے ہیں بیشک حیوان سمجھ تو رکھتا ہے۔ لیکن قُوّت اِستدلال نہیں رکھتا بیشک وہ تہذیب کی اِبتدا تو رکھتا ہے لیکن تمدن نہیں رکھتا غالباً وہ جذبۂ تجسس ہے اور بہت سی باتیں جانتا ہے۔ لیکن وہ سائنس نہیں رکھتا۔ وہ غالباً کھیلتا ہے لیکن وہ ہُنر نہیں رکھتا۔ وہ ریوڑوں کو جانتا ہے لیکن شراکت نہیں رکھتا غالباً وہ سزا سے ڈرتا ہے لیکن ضمیر نہیں رکھتا۔ غالباً اِنسان کی فوقیت کو محسوس کرتا ہے لیکن دُنیا کے خُداوند کو نہیں جانتا اِنسان ایک ایسی چیز ہے۔ جو حیوان سے مختلف ہے جیسے حیوان ایک چیز ہے جو ایک پودے سے مختلف ہے۔ تو پھر اِنسان کیا چیز ہے؟ اگر

وہ حیوان نہیں تو شاید وہ ایک دیوتا ہے یہ بات بے معنی معلوم ہوتی ہے تاہم آجکل یہ پاگل پن ہم میں عام ہے بہُت لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں اِنسان اور خُدا ایک ہی ہیں اِنسانی عقل اور الٰہی عقل ایک ہی ہیں - رُوح اور خُدا ایک ہی ہیں اگر ایک آدمی دُرست طور پر سوچے تو احمق کا خیال درحقیقت نہایت ہی فریفتہ کُن ہے - کیا خُدا ہمارے اندر نہیں ہے؟ نہ صرف فریفتہ معیاری بُت پرستوں نے بلکہ متعدد جدید اہلِ فکر اور ہمارے بیشُمار جرمنی کے میعاری فیلسوفوں نے بھی بیان کیا ہے کہ اِنسان اصل میں خُدا ہے باوجود اِس تمام سوچ وبچار کے یہ بیان غلط ہے اِنسان خُدا نہیں ہے - کیونکہ وہ خُدا کی مخلوق ہے وہ اپنی عمیق ترین فطرت میں الٰہی نہیں ہے - کیونکہ وہ اپنی عمیق ترین فطرت میں گُنہگار ہے - یہ کیسے ممکن ہے کہ زمانۂ قدیم سے لیکر اب تک اِنسان کی بابت ایسے دو جُداگانہ تصورات کو پُر زور انداز میں پیش کیا جاتا ہے یعنی ۱ - اِنسان ایک حیوان ہے - ۲ - اِنسان ایک خُدا ہے - بائبل ہمیں اِس سوال کا جواب دیتی ہے - کیونکہ وہ ہمیں بتلاتی ہے کہ اِنسان درحقیقت کیا ہے -

اوّل - بائبل ہمیں بتلاتی ہے کہ خُدا نے اِنسان کو "پیدا کیا"، اِنسان کیڑے سمندر کی ریت سُورج اور چاند کی طرح خُدا کی پیدایش ہے - اِس کا یہ مطلب ہے کہ اِنسان وہ ہے جو وہ ہے - کیونکہ خُدا نے اُسے ایسا ہی بنایا ہے - جس طرح ہزاروں حیوانوں نے خُدا سے اپنی خصُوصیات حاصل کی ہیں - اُسی طرح اِنسان نے خُدا سے اپنی زندگی - اپنا وجُود - اور اپنی ذاتی ہستی حاصل کی ہے - یہ حقیقت کہ خُدا نے اِنسان کو پیدا کرنے کے لیۓ کروڑ ہا سالوں کے ارتقاء کو اِستعمال کیا ہے - کہ نہیں نیچرل سائینسدان کے ساتھ اہم تعلق رکھتی ہے - اِیمان کے لیۓ یہ ایک اہم سوال نہیں ہے - جب میں کہتا ہوں - کہ خُدا نے اِنسان کو پیدا کیا

تو ایسا کہنے سے میں اِنکار نہیں کرتا۔ کہ اِنسان دُنیاوی والدین سے نِکلا ہے۔ خُدا آدمیوں کو پَیدا کرنے کے لئے اِنسانی والدین کو اِستعمال کرتا ہے۔ پس اِنسان اِس خاکی دُنیا کا رُکن ہے۔ جو آتی اور جاتی اور بدلتی اور بڑھتی ہے۔ اِنسان خاک کی خاک ہے۔ لیکن خاکی ہوتے ہُوئے بھی وہ شاندار طور پر خُدا کا پَیدا کِیا ہُؤا ہے۔ وہ نباتات اور حیوانوں سے بھی زیادہ حیرت انگیز طور پہ پَیدا ہُؤا ہے +

دوئم۔ بائبل کہتی ہے۔ کہ خُدا نے اِنسان کو "اپنی صُورت پر" پَیدا کِیا۔ یہ بات صرف اِنسان کی بابت کہی گئی ہے۔ یہ حقیقت کہ وہ خُدا کی صُورت پر پَیدا کِیا گیا ہے اُسے باقی تمام مخلُوقات سے زیادہ مُمتاز اور اُسے کِسی طرح خُدا کی مانند بناتی ہے کیونکہ لفظ "صُورت" سے سِوائے کِسی قِسم کی مشابہت کے اور کیا ظاہر ہوتا ہے؟ بائبل اِس مشابہت کی دُوسری وجہ یُوں بیان کرتی ہے۔ کہ "خُدا نے اُس کے نتھنوں میں زِندگی کا دم پھُونکا اور وہ جیتی جان ہُؤا" وہ چیز جو اِنسان کو باقی مخلُوقات سے مُمتاز کرتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ وہ خُدا کے خیال میں حِصّہ رکھتا ہے یعنی وہ عقل رکھتا ہے۔ مُتفرق ہے۔ اِنسان ازلیت اور لامحدودیت میں سوچ سکتا ہے +

سوئم۔ خُدا نے تمام مخلُوقات کو اپنے کلام "میں" سے پَیدا کِیا۔ لیکن خُدا اِنسان کو نہ صرف اپنے کلام "سے" بلکہ اپنے کلام کے "لئے" اور اپنے کلام "میں" پَیدا کِیا اِس کے یہ معنی ہیں۔ کہ خُدا نے اِنسان کو اِس طرح پَیدا کِیا۔ کہ وہ خُدا کا کلام قبُول کر سکتا ہے۔ اپنے حقیقی معنوں میں عقل یہی ہے۔ اِنسان سچ مچ اُس وقت اِنسان بنتا ہے۔ جبکہ وہ خُدا کی کچھُ نہ کچھ پہچان حاصِل کرتا ہے۔ ہم اُس وقت اِنسان ہوتے ہیں۔ جب ہم الہٰی کلام کو پہچانتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص ضمیر نہ رکھتا

تو وہ انسان نہ ہوتا۔ بلکہ اُسے اِنسان بھی نہ کہا جاتا۔ضمیر ایک طریقہ سے خُدا کی آواز کی پہچان ہے خدُا نے اِنسان کو اِس طرح پیدا کیا ہے۔ کہ وہ صرف خُدا کی پہچان سے یعنی خُدا کا کلام قبُول کرنے سے سپاہی کی طرح جو حُکم کو دُہراتا ہے۔ اور خُدا کا کلام دُہرانے سے اِنسان بن سکتا ہے۔ خُدا کہتا ہے۔"کہ مَیں تیرا خُدا ہُوں"۔ حقیقی اِنسان کو کہنا چاہیئے۔ کہ ہاں مَیں تیرا خُدا ہُوں۔ خُدا کہتا ہے۔ تو میرا ہے۔ حقیقی اِنسان کو کہنا چاہیئے۔ جب وہ یہ اپنے دِل میں کہتا ہے۔ کہ مَیں تیرا ہُوں۔ خُدا نے ہمیں اپنی صُورت پر پیدا کیا۔ یعنی اپنی صورت کے عکسوں کی طرح منکر اِنسان حقیقی اِنسان بن جاتا ہے۔ اِس سے پہلے وہ اِنسان کہلانے کا بھی مستحق نہ تھا۔ اِس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم جِسقدر خُدا کو اپنے سے بولنے کی اِجازت دیں۔ ہم اُسی قدر اِنسان ہوتے ہیں۔ ہم اُس حد تک اِنسان ہیں۔ جِس حد تک کہ ہم خُدا کے کلام کو اپنے دِلوں میں گونجنے کی اِجازت دیتے ہیں۔ ہم محض اِس طور پر اِنسان ہیں۔ جیسے کہ ایک لومڑی لومڑی ہوتی ہم تب اِنسان ہوتے ہیں۔ جب خُدا کے کلام کی صدائے ہمارے اندر باز گشت ہوتی ہے۔ جِس درجہ تک یہ بات وقُوع میں نہیں آتی۔ اُسی درجہ تک ہم اِنسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ کوئی لومڑی غیر فطرتی طور پر فعل و حرکت نہیں کرتی۔ کیونکہ ایک لومڑی خُدا کے ہاتھ سے مکمل حالت میں آتی ہے۔ وہ لومڑی "کلام" سے پیدا ہوتی ہے لیکن "مَیں" پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اِنسان کلام "میں" پیدا کیا گیا ہے۔ جِسکا یہ مطلب ہے کہ جِس بات کے لیئے خُدا نے اِنسان کو بنایا ہے یا جِس بات کو خُدا نے اپنی تخلیق کا نشانہ ٹھہرایا ہے۔ اِنسان اِس بات کی نِسبت ہاں یا نہ کہہ سکتا ہے۔ تب اِس صورت میں یا تو وہ اِنسان کہلانے کا حقدار نہیں رہتا۔ اِنسان اِنسان بن جاتا ہے۔ یا خُدا کو ہاں یا نہ کہنے کی آزادی اِنسان کا بھید ہے۔ ہمیں یہ آزادی

خُدا سے مِلی ہے۔ کیونکہ وہ ہم سے مُخاطب ہُوا۔ اگر خُدا ہم سے بولنا بند کر دیتا تو ہم آئندہ ہاں یا نہ کا جواب نہ دے سکتے تب ہم اِنسان ہونا بند ہو جاتے۔ اِس طریقہ میں خُدا ایک صُورت رکھنا چاہتا ہے یعنی اِنسان جو آزاد قبُولیّت اور اِیمان سے اُس سے محبّت رکھتے ہیں۔ جِس نے اُن سے پہلے محبّت رکھّی اور جو اُسے جواب دیتے ہیں۔ جو اُن سے پہلے مخاطب ہُوا۔ اِنسان کا بھید اِیمان کا بھید ہے ؂

۹۔ اِنسان کی نیکی

کیا آدمی نیک ہے۔ جو اِس سوال پر غور کرتا ہے۔ وہ حیران ہوگا۔ کہ یہ سوال کِس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آدمی مختلف ہیں۔ اور آدمی نیک بھی ہیں۔ اور بد بھی۔ بہت بُرے اور کم بُرے بھی ہیں۔ بہت اچھے اور قدرے اچھّے بھی ہیں۔ تجربہ بار بار اس مشاہدے کی سچّائی کو ظاہر کرتا ہے ایسے بھی خُودغرض اِنسان ہیں۔ جنکو صرف اپنے ہی نفع کی دُھن ہوتی ہے۔ وہ اپنے کاروبار میں حریص اور اپنے گھر میں ظالم اور ایسے آدمی ہیں۔ جن کو اپنے مفاد میں دِلچسپی ہوتی ہے جو اپنے آپ خُوشی سے دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی ہیں جو اکثر حیرت انگیز مہربانیاں کرتے ہیں۔ جو ہمیشہ دوسروں کا خیال کرتے ہیں اُنکو کوئی خواہش نہیں ہوتی سوائے اِس کے کہ وہ دُوسروں کی خِدمت اور بھلائی کریں۔ وہ شخص جو اِس اِختلاف کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ وہ حقیقت سے اندھا ہے۔ نیکی اور بدی کی اُن ہردو

۹- انسان کی نیکی

انتہاوں کے مابین انسانوں کے درمیان اِسقدر اختلافات ہیں جس قدر کہ قوس و قزح کے نیلے اور سرخ رنگوں کے درمیان ہیں۔ حقیقت میں کوئی یہ کہیگا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو سراسر بد ہے۔ ہر ایک میں کسی نہ کسی جگہ پر کچھ نہ کچھ نیکی پائی جاتی ہے۔ مثلاً چین کے رہنے والا ڈاکوؤں کا ظالم سرغنہ جس نے ہزاروں کو بغیر سوچے سمجھے قتل کیا۔ لیکن تاہم وہ بچوں کے ساتھ ایسے شوق سے کھیلا کرتا تھا۔ گویا کہ وہ خود ایک معصوم بچہ ہے۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ کوئی سراسر نیک نہیں۔ ہر ایک شخص میں کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہے۔ جس کی بابت ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ وہاں گر جاتا ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ وہ بھی ہیں جنکا اپنی فطرت کے مطابق یا تو زیادہ تر رجحان نیکی کی طرف یا بدی کی طرف ہوتا ہے۔ اس بات کے متعلق یہ نظریہ صحیح ہے۔ اور حقیقت میں ضروری بھی ہے۔ لیکن بائبل کی تعلیم اِس سے فرق ہے۔ "کوئی نیک نہیں ایک بھی نہیں۔ کیونکہ سب نے گناہ کیا"۔ اِس حوالے میں پولوس کا یہ مطلب نہیں۔ بہترین لوگوں میں بھی کسی نہ کسی طور پر تھوڑی بہت برائی کی کمزوری پائی جاتی ہے۔ بلکہ برعکس اس کے "سب" کا مطلب یہ ہے۔ کہ سب کے سب اصل میں ایک ہی حالت میں ہیں۔ یعنی بد۔ کیونکہ ایک گنہگار سے یہ مراد نہیں کہ بدی جاتی رہے بہترین لوگ بھی سراسر نیک نہیں۔ جیسے کہ ایک سیب میں ایک چھوٹا سا بدنما دھبہ جو کہ چاقو کی نوک ہی سے دور کیا جا سکتا ہے۔ جس کو دیکھکر تم بمشکل معلوم کر سکو گے۔ کہ اس میں سے کچھ کاٹا گیا ہے۔ یا نہیں۔ بائبل میں گنہگار سے مراد "دل کا برا" ہے جس میں اصل ہی سے بدی کی مرض پائی جاتی ہے۔ سب گناہ گار ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ایسی نیکی اور ایسی بدی کا فرق قابل نہیں۔ اس نظریئے کا ہم اس نظریئے سے جسکو ہم نے درست قرار دے دیا ہے۔ کیونکر سمجھوتہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا

مُشکل نہیں۔ ہم نے وہ بات کہی ہے۔ جو کہ اِنسان پر دُرست عاید ہوتی ہے۔
اور جہاں تک اِنسانی مُعاملات کا تعلق ہے۔ یہ ہے بھی دُرست +

لیکن خُدا کی نظر میں مُعاملہ بِالکُل اُلٹ ہے۔ یہ اِس طرح پر نہیں کہ گویا کہ
خُدا نیکی اور بدی میں تمیز نہ کر سکا۔ وہ جو کہ تمام اشیا کو دیکھتا ہے۔ کیونکر یہ بات دیکھنے
میں ناکام رہا۔ اُس کے لئے یہ بات معمولی نہیں۔ کہ خواہ کوئی طالب علم تحریر میں
اِحتیاط برتے یا لاپرواہی دِکھلائے۔ وہ اس بات میں بے تعلقی کیونکر دکھا سکتا تھا
کہ خواہ کوئی اچھے اچھے لوگوں میں سے ہے۔ یا بُرے بائبل ببانگ دہل اس بات کا
اِعلان کرتی ہے۔ کہ خُدا کو اِس بات کے بارے میں فِکر ہے۔ نیکی بدی کی بابت
لیکن نیکوں اور بدوں کے متعلق سے بجا اُس سطح اور حالت میں جہاں پُولُوس
رسُول ذِکر کرتا ہے۔ کہ سب نے گُناہ کیا۔ حقیقت میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔
مَیں اپنے اس دعوےٰ کو ایک مثال کے ذریعہ سے واضح کرتا ہُوں +

دو آدمی ایک گاڑی میں سوار ہوتے ہیں۔ گاڑی میں داخل ہوتے ہی اُن
میں سے ایک آدمی کوئی عقلمندی کا کام کرتا ہے۔ اور دُوسرا بیوقوفی کی کوئی حرکت
لیکن جونہی وہ گاڑی سے باہر نظر کرتے ہیں۔ تو اُن دونوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ
غلط گاڑی پر سوار ہیں۔ اور غلط سمت میں جا رہے ہیں۔ یہ حقیقت کہ اُن میں سے
ایک آدمی سمجھدار تھا۔ اور دُوسرا بیوقوف۔ اُن دونوں میں فرق ظاہر کرتی ہے
لیکن یہ فرق اِس حیثیت میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ دونوں ہی خواہ اُن
میں انفرادی طور پر فرق کچھ بھی کیوں نہ ہو غلط سمت میں سفر کر رہے ہیں۔
بائبل میں لفظ گُناہ کا یہی مطلب ہے۔ یعنی گناہ ہماری زِندگی کی سمت کا مُکمل
انحراف ہے۔ گُناہ خُدا سے دُور رہنے کا میلان ہے۔ رسُول کہتا ہے۔ کہ اس
گاڑی میں سب سفر کر رہے ہیں۔ وہ خُود جو کہ اِنسانی نِگاہ میں سب سے زِیادہ

بے قصور اور مقدس ہے۔ اپنے متعلق صاف اِلفاظ میں کہتا ہے۔ ہائے میں کیسا کمبخت اِنسان ہوں۔ جس نیکی کا میں اِرادہ کرتا ہوں۔ وہ تو مجھ سے بن نہیں پڑتی لیکن جس بدی کا میں اِرادہ نہیں کرتا وہ مجھ سے ہو جاتی ہے۔ اِس بات کو واضح کرنے کے لئے بجائے سب آدمیوں کے ہم اپنے متعلق سوچیں جہانتک اس بات کا میرے ساتھ تعلق ہے۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ جو کچھ رسُول اپنے حق میں کہتا ہے۔ اُسی طرح وہ مجھ پر بھی عاید ہوتا ہے۔ آپ کا کیا حال ہے۔ کیا آپ رسُول کو جھٹلا کر یہ کہینگے "میرے پیارے میں آپ کی بات کو نہیں سمجھتا آپ نے تو مجھے نا اُمید کر دیا ہے۔ کم از کم میں تو ایسا کم بخت آدمی نہیں ہوں۔ جو کرنا تو نیکی چاہتا ہوں لیکن کر بدی لیتا ہوں"۔ کیا آپ ایسا کہہ سکتے ہیں اِنسان کے سامنے نہیں بلکہ خُدا کے سامنے۔

گنُاہ ایک ایسا بگاڑ ہے جس نے ہم سب پر قبضہ جما رکھا ہے گنُاہ خُدا سے مکمل گمراہی اور اُس خالق سے بے وفائی ہے۔ جس نے ہمیں اِتنی برکات دی ہیں اور جو اِتنا وفادار ہے۔ گناہ خُدا سے ہتک آمیز جُدائی ہے۔ جس میں ہم بغیر تفریق سب حصہ دار ہیں میں اُس لفظ حصہ دار پر زور دیتا ہوں۔ کیونکہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم سب جڑبیری کی جھاڑی کی بیلوں کی طرح جس کے تمام پودے ایک ہی اصل سے شروع ہوتے ہیں۔ محض جڑوں کے ذریعے سے ایک دُوسرے کیساتھ ملحق ہیں ہم نہ صرف زندگی کی جڑ کے ذریعے سے ایک دُوسرے کے ساتھ پیوست ہیں بلکہ ہمارا وہ تعلق عین بدی ہے۔ جڑوں کے تمام سلسلے میں سے ایک قسم کا عام گناہ کا رس بہتا ہے۔ تاہم ہر فرد یہ جانتا ہے۔ کہ یہ میرا اپنا ہی جرم ہے اِس جرم کا بیان خواہ میں کس طرح بھی کیوں نہ کروں اِسے موروثی کہوں یا بُری تربیت کہوں۔ آخر کار یہ میرا ہی قصور ہے میں جانتا ہوں کہ میں دُوسروں

کی بدی میں حصّہ دار ہوں۔ نیز دُوسروں کو اپنی بدی میں شریک کر لیتا ہُوں جہاں تک مَیں اپنی گذشتہ زِندگی پر نظر ڈالتا ہُوں مَیں دیکھ سکتا ہُوں کہ خُدا کے حضُور میری ضمیر مُجھے ملامت کرتی ہے۔ اور پھر بھی مَیں جانتا ہُوں کہ جب مَیں خُدا کے متعلق سوچتا ہُوں تو مَیں محسوس کرتا ہُوں یہ میرا ہی جرم ہے۔ کوئی اِس کی تشریح نہیں کر سکتا بدی ہمیشہ سے ناقابلِ تشریح ہے جِس کی ہم تشریح کر سکتے ہیں وہ حقیقت میں بدی نہیں۔ کیونکہ جِس بات کی ہم تشریح کر دیتے ہیں ہم اُس سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔ ہم اُس پر غالب آ جاتے ہیں +

پھر کیا مَیں گُناہ کی حالت میں ہُوں کیا یہ واقعی اس طرح ہے۔ ہمیں اِس بات کا یقین ہو سکتا ہے۔ ہر ایک اِس بات کو نہیں جانتا اکثر لوگ صرف اِتنا ہی جانتے ہیں۔ جسکا ہم نے پہلے ذِکر کیا۔ کہ اچھے لوگ بھی ہیں۔ بُرے بھی البتہ وہ اپنے آپ کو زیادہ تر یا تو اچھے یا اُس سے بھی اچھے لوگوں میں شمار کر لیتے ہیں +

لیکن جو کُچھ ہم نے گُناہ کے متعلق ذِکر کیا ہے۔ وہ ہم اپنی عقل کے ذریعے اپنے واسطے نہیں سمجھ سکتے۔ ہم اِس کو تب تک نہیں سمجھتے جب تک کہ خُدا اپنے نُور کو ایک چُندھیا دینے والی کرن کی طرح ہماری اندوہگین تاریکی پر نہیں ڈالتا ہم گُناہ کی حقیقت کو اِس لیِٔے اور اُس وقت سے جانتے ہیں۔ جب سے یِسُوعؔ مسیح اِنسان کے گُناہ کے لیِٔے مر گیا۔ اِس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ ایک بڑا پتھر سڑک کے آر پار پڑا ہُوا ہے۔ کوئی آدمی یہ سمجھ کر کہ یہ بہُت بڑا نہیں اُسے دھکیل کر سڑک کے ایک طرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ نہیں ہلتا کیونکہ وہ اُس کے لیِٔے بہت بھاری ہے۔ تب اُدھر سے کِسی پہلوان کا گذر ہوتا ہے۔ وہ اُسکے لیِٔے بھی بہت بھاری ہے۔ تب ایک گھوڑا لایا جاتا ہے

وہ گھوڑا بھی اُسکو گھسیٹ نہیں سکتا۔ ہم اِس پتھر کے وزن کو اُس طاقت اور کوشش سے ناپتے ہیں۔ جو کہ اُسکو ہٹانے کیلیئے درکار ہے۔ یہی حال گُناہ کا بھی ہے۔ جبتک ہم یہ نہیں پہچانتے کہ اُس پتھر کو ہٹانے کے لیئے جو ہمارے اور خُدا کے درمیان تھا۔ کتنی لاگت آئی۔ تب ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ گُناہ کے جُرم کا وزن کتنا بھاری تھا۔ مسیح ہم پر یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ کیونکر ہماری زندگی کی تمام حرکت غلط سمت کی طرف ہے۔ اوّل۔ وہ جس میں خُدا ہم سے بشدّت ہمکلام ہوتا ہے۔ جو ہماری حالت ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ اُس وقت تک ہم جرأت سے کہے دیتے ہیں۔ کہ اِنسان نیک ہے۔ اور صرف اُسی وقت ہم مُعافی اور نجات کے پیغام کو سُننے کے لیئے تیار ہوتے ہیں +

۱۰۔ شرِیعت

سوئٹزرلینڈ کا ہر باشندہ جانتا ہے۔ کہ قانون کیا چیز ہے۔ لیکن میری دانست میں اہلِ سوئٹزرلینڈ سے بڑھکر کسی اور کو لفظ شریعت کے سمجھنے میں جیسا کہ وہ بائبل میں مذکور ہے۔ مُشکل پیش نہیں آتی۔ سوئٹزرلینڈ میں قانون وہ چیز ہے۔ جو کہ ایک شہری نے خود بنایا۔ کیونکہ "لوگ خود حکمران ہیں" جس سے مُراد یہ ہے۔ کہ لوگ خُود قانون ساز ہیں۔ لیکن بائبل کے لفظ شریعت سے مُراد یہ نہیں کہ یہ آدمی کی طرف سے آتا ہے۔ بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ آدمی کو دِیا جاتا ہے۔ اِس کو سمجھنے کے لیئے آؤ ہم سب سے پہلے اُس چیز کو سمجھیں جسکو

قانونِ قدرت کا نام دِیا گیا ہے۔ مثلاً قانون قدرت یہ ہے۔ کہ اگر کِسی آویزاں شے کی رسّی کو کاٹ دیا جائے تو وہ زمین پر گِر جاتی ہے +

سوٹزرلینڈ کا آزاد باشندہ اِس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اِس کی صرف وجہ یہ ہے۔ کہ خُدا نے اُسے یُوں ہی بنایا ہے۔ زمین سُورج کے گِرد پُورا چکر لگانے میں ۳۶۵ تین سو پینسٹھ دِن کا عرصہ لیتی ہے۔ اب یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جسے کوئی قومی چناؤ بھی نہ تو قایم کر سکتا ہے۔ اور نہ منسوخ کر سکتا اِس کی صرف وجہ یہ ہے۔ کہ خُدا نے اُسے یونہی بنایا ہے یا مثال کے طور پر قانونِ تخیل لیجیئے۔ ۲+۲=۴ ایک ایسا قانون ہے۔ جسے دُنیا کے مدرسوں کی کانگریس یا اقوام کا متفقہ فیصلہ بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اِس کی صرف وجہ یہ ہے کہ خُدا نے اُسے یُوں بنایا ہر ایک آدمی کو اُسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک آدمی اِسے جانتا بھی ہے۔ یہاں تک کہ سوٹزرلینڈ کا کٹر جمہوریت پسند بھی اِس کو جانتا ہے۔ یہ اِختیاری بات نہیں بلکہ یہ ایک مجبُوری ہے +

کیا خُدا کے قانون صرف اُن ہی باتوں پر عاید ہوتے ہیں۔ جہاں ہم مجبُور ہیں۔ آج بھی بہُت سے لوگوں کا یہی نظریہ ہے۔ اِنسان فعل مختار ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ اس میں خلل اندازی کی کِسے جرأت ہے۔ اِنسان یہ معلُوم کر چکا کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ ایک آبشار کو بجلی کی طاقت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ کوئلے سے نفیس رنگ بنا سکتا ہے۔ اُس نے قرونِ اُولیٰ کے حُکمرانوں کو نیچا دِکھا کر خُود حُکمرانی حاصل کر لی ہے۔ وہ پہاڑوں کو چیرتا ہے۔ سمندروں کو مُلحق کرتا ہے۔ دُنیا کی شکل کو تبدیل کر دیتا ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور کِسی سے ڈرتا نہیں۔ وہ اپنا آپ حاکم ہے۔ وہ کب کِسی کو مداخلت کی اِجازت دے سکتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنا خُدا بھی ہو سکتا ہے +

کیا سچ مچ ؟ بیشک جیساکہ آدم حوا کی کہانی سے عیاں ہے۔ وہ کوشش کرسکتا ہے لیکن انجام ہمیشہ وہی ہوگا۔ اِس سے بدی نِکلتی ہے اِنسان ہمیشہ بڑا ہی بول بولتا ہے۔ اُس کی آواز بڑی بلند ہوسکتی ہے لیکن جب وہ گرج کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو اُس کی آواز پھٹ جاتی ہے اور اُس کی آواز مضحکہ خیز اور بھدی ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ زیادہ دباؤ ڈالنے سے اُسے کھو ہی بیٹھے +

یہی حال اِنسان کا ہوتا ہے۔ جب وہ خود خُدا بننے کی کوشش کرتا ہے اِنسان خواہ کِتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ وہ خالق نہیں بن سکتا۔ یہ بات اُس دِن عیاں ہو جائیگی۔ جس دن وہ لکڑی کے چھ تختوں میں بند ہوکر زمین کے اندر تنگ ترین گڑھے میں اُتارا جائیگا۔ اب کیا ہے۔ دیکھو ہونے والا خُداوند خُدا کیونکر بڑا مرتا ہے۔ اب تو سوا اِس کے کوئی اور چارہ نہیں +

نہیں۔ اِنسان جو کچھ چاہے کر نہیں سکتا۔ کیونکہ جِس نے اُسے پیدا کیا۔ وہ اُس کی ملکیت ہے۔ خواہ اِنسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ اُس کی بزرگی اُس کا اپنا حق نہیں۔ یہ بڑھائی تمام کی تمام عاریتاً لی ہوئی ہے۔ یہ بڑھائی عطیہ ہے۔ یہ بڑھائی "بخشش" ہے۔ اور اِس بخشش کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔ اِنسان کو جِتنا زیادہ دِیا جاتا ہے اُتنی ہی زیادہ اُس سے توقع کی جاتی ہے +

توقع کون کرتا ہے؟ وہ جِس نے بخشش کی ہے۔ جیساکہ ہم توڑوں کی تمثیل میں پڑھتے ہیں۔ (متی ۲۵ باب)

اِنسان مالک نہیں۔ بلکہ ٹھیکیدار ہے۔ اِس لئے اُس سے حساب لیا جاتا ہے۔ دیکھیں :-

(انگوری باغ کے ٹھیکیداروں کی تمثیل) (متی ۲۱ باب)
اور حساب کا معیار یہ ہوگا۔ کہ خُدا کی مرضی کے مُطابق اُسے خُدا کی بخششوں کا کیا اِستعمال کرنا تھا۔ خُدا کی شرطی شریعت ہے۔ شریعت وہ ہے۔ جو خُدا ہم سے چاہتا ہے +

ہر شخص کو خواہ وہ یہودی ہو یا مسیحی۔ اِیماندار ہو یا مُنکر مہذب ہو یا غیر مہذب اِس شریعت کا کچھ نہ کچھ عِلم ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذمّہ واری کا احساس ہے۔ ہر ایک آدمی محسُوس کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی خُوشی سے یا اپنے فائدے کے لِئے ہی کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ اُس کے لِئے "تُو کر" اور "تُو نہ کر" کے حُکم ہیں۔ خواہ وہ اِن باتوں سے اپنی لاعلمی کا دعوے کرے۔ تاہم اُس کی ضمیر اُس کو جُھٹلاتی ہے۔ وہ ضمیر جو اس کو اُسی وقت مُجرم ٹھیراتی ہے۔ جبکہ وہ ایسا کام کرتا ہے۔ جو کہ اُسکو نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی شخص بغیر ضمیر نہیں ہُؤا۔ گویا کہ خُدا کی شریعت اِنسانی دِل پر کھودی گئی تھی لیکن اُس نے یہ ضروری سمجھا کہ وہ اپنی شریعت کو ایک خاص طریقے سے ظاہر کرے۔ جبکہ کوہِ سینا کی چوٹی پر بجلی چمکتی تھی۔ بادل گرجتا تھا۔ تو مُوسےٰ کو شریعت مِلی۔ اور اُس نے بنی اِسرائیلیوں کو پتھر کی لوحوں کے اُوپر لکھی ہُوئی دیدی اِس واقع کے بیان میں شریعت دینے والے خُدا کے مُقدّس جلال کے خَوف کا کچھ احساس ہے۔ جیسا کہ مُناسب ہے ہونا ہے۔ (خروج ۱۹ باب ۳۲-۲۰) +

اب جبکہ خالق قادرِ مُطلق راست اور قُدّوس خُدا ہمیں فرماتا ہے کہ تُو ایسا کر اور ایسا نہ کر۔ تو ہمارے دِلوں میں خَوف طاری ہو جاتا ہے۔ ہم اِس واسطے خوف نہ کھائیں کہ وہ ہم سے کچھ طلب کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اِس کے سِوا کچھ نہیں چاہتا کہ زِندگی بہتر ہو +

خُدا کی شریعت اِتفاقیہ نہیں۔ اپنی شریعت میں خُدا سوائے حقیقی اِنسانی

زِندگی کے قُدرتی قوانین کے اور کچھ نہیں بتاتا۔

پس اگر آپ اِنسانی زِندگی کو بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کو فلاں فلاں پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ جبکہ حکیم کہتا ہے۔ کہ اگر آپ تندرست رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو فلاں فلاں طریقے پر رہنا چاہیئے۔ یہ نصیحت تو ڈراوٗنی نہیں لیکن خُدا فرماتا ہے۔ میری ہی مرضی ہے۔ کہ تُم اِس طریقہ پر زِندگی بسر کرو۔ اِنسانی طریقے سے نہ کہ اِس کے خلاف۔ قانُونِ قُدرت کے مُطابِق نہ کہ اُس کے خلاف۔ اور "یہ میری ہی مرضی ہے" ہم کو خوفزدہ کرتی ہے۔ کیونکہ جب خُدا فرماتا ہے۔ "یہ میری ہی مرضی ہے" تو ہم جانتے ہیں۔ کہ کونسی چیز خطرے میں ہے خُدا کوئی کام دِل لگی سے نہیں کرتا ہے وہ ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ "آدمی جو کُچھ بوتا ہے وُہی کاٹیگا"۔

خُدا حِساب طلب کرتا ہے وہ ہمیں ذمہ وار ٹھہراتا ہے۔ اور یہی بات ہم میں پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اِس مُقدمہ میں ہم جج کو کِس طرح رشوت دے سکتے ہیں۔ یا کیا تُو یہ سوچتا ہے۔ کہ خُدا بدی پر چشم پوشی کریگا۔ یہی ہماری نسل کی بدترین غلط فہمی ہے کہ ہم سوچتے ہیں۔ کہ خُدا دِل لگی سے کام کرتا ہے۔ کہ وہ کِسی کو بھی اُس نافرمانی کی وجہ سے رَدّ نہیں کر دیگا۔ لوگ مُعافی کو غلط سمجھ کر اُسے رعایت قرار دیتے ہیں۔ لیکن کلام مُقدس میں اسکے برعکس آتا ہے۔ خُدا نافرمانوں کو رَدّ کر دیگا۔ کیونکہ آدمی جو کُچھ بوتا ہے وُہی کاٹیگا۔ خُدا قدوّس ہے۔ جِس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ شریعت کو اہم سمجھتا ہے۔ خُدا کی شرِیعت قانُونِ قُدرت کی طرح اٹل ہے۔ خُدا رعایت دینے والا باپ نہیں۔ جو کہ سزا نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی وہ ایک جذباتی باپ ہے جو کہ غُصّے کی حالت میں سزا دیتا ہے۔ خُدا اِنصاف کرنے والا خُدا ہے۔ جو اِنسان کی حالت کے مطابِق بدلہ دیتا ہے۔

کیا ڈرنا مناسب نہیں۔ عزیز دوست خُدا آپ کو پُورے طور پر شریعت کے مُطابق مُجرم ٹھہراتا ہے +

۱۱۔ دس احکام اور سب سے بڑا حُکم

خُدا ہم سے کیا طلب کرتا ہے ؟ کیا وہ ہم سے بہُت سی باتیں طلب کرتا ہے یا صرف ایک ہی ضروری ہے یا کیا محض چند ایک ہی ہیں جن کی اُسے ہم سے توقع ہے۔ یقیناً خُدا چاہتا ہے۔ کہ ہم بہُت سے کام کریں۔ وہ ہر لمحہ ہم سے مختلف باتیں طلب کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم کسی آدمی کے ساتھ سختی سے پیش آئیں کسی کے ساتھ نرمی سے کبھی ہار تسلیم کر جائیں اور کبھی مضبُوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ وہ صرف یہ ہی نہیں چاہتا کہ ہم چوری نہ کریں بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم لالچی اور حریص نہ ہوں یہ صرف کافی نہیں ہے۔ کہ ہم ترس کھا کر فیاضی کے ساتھ دیں بلکہ وہ یہ بھی طلب کرتا ہے۔ کہ ہم اِتنے کفائت شعار ہوں کہ ہمارے پاس دینے کو کچھ ہو۔ خُدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم کسی کے خلاف باتیں کریں یا کِسی کی عیب جوئی کریں۔ بلکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ ہم بُزدِل بن کر خاموش رہیں۔ یا خُود غرضی میں مُنہ کو بند رکھیں۔ جبکہ ہم کِسی کو نیک صلاح دے سکتے ہوں یا نصیحت کر سکتے ہوں کون تفصیل کے ساتھ اُن کاموں کا ذِکر کر سکتا ہے۔ جو خُدا چاہتا ہے کہ ہم کریں ؟ درحقیقت ہماری زندگی میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں ہوتا۔ جبکہ خُدا ہم سے اُن باتوں سے بالکل مختلف باتیں طلب

نہ کرتا ہو جو کہ ہم نے اُس کی مرضی کے مُطابق کبھی کی ہوں- کیونکہ ہر موقعہ اپنے آپ میں لاثانی ہے- اور ہمیں دوبارہ نہیں مل سکتا- یہی وجہ ہے- کہ کوئی شخص کسی کام کے کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے کھو کر دوبارہ اُس کام کو نہیں کر سکتا ہمیں ہر لمحہ نیا فرض درپیش ہوتا ہے- جس کی ہمیں پوری ادائگی کرنی پڑتی ہے زندگی زمانہ جدید کے کسی خار خانے کی لاانتہا زنجیر کی مانند ہے یہ ہمارے پاس سے گزر رہی ہوتی ہے- اور ہر لمحہ کسی خاص بات کی مقتضی ہوتی ہے- درحقیقت زندگی ہم سے ان باتوں کی مقتضی نہیں ہوتی بلکہ خُدا چاہتا ہے کہ ہم اِس گذرتی ہوئی زندگی میں کیا کریں یا کیا نہ کریں +

شائد کوئی یہ بھی کہے- کہ خدا ہم سے بہت سی باتیں طلب نہیں کرتا- بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہم چند ایک باتوں کو کریں اُس نے ہمیں محدود سے چند احکام دے رکھے ہیں- جن میں اُس نے سب باتیں بیان کر دی ہیں - وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اِلفاظ کی نِسبت خبردار رہیں- (نواں حُکم) وہ چاہتا ہے- کہ ہم دُوسروں کے معاملات کے متعلق مُنصفانہ رویّہ رکھیں اور تمام لوگوں کی زِندگیوں کی عزّت کریں (چھٹا حکم) وہ چاہتا ہے کہ ہم اُن اِشخاص کے متعلق درست رویّہ رکھیں جن پر سماج کے اِستحکام کا دارو مدار ہے - (پانچواں حُکم) ہم نے صرف اشخاص کی ہی قدر نہیں کرنی بلکہ دوسروں کے حقوق ملکیت کو بھی تسلیم کرنا ہے (آٹھواں حکم) وغیرہ وغیرہ ——— ——— یہ مُقرر شدہ اصولات دس احکام میں پائے جاتے ہیں- اِن احکام میں اُن تمام باتوں کا ذکر ہے- جن کو خُدا کی طرف سے کرنے یا نہ کرنے کا حُکم ہوتا ہے +

یہ بھی کہنا درست ہے- کہ ہمیں صرف ایک ہی بات کرنا ہے وہ شخص

جو پہلے حکم پر کاربند ہے۔ وہ باقی تمام کو بھی مانتا ہے۔ کیونکہ پہلے حکم کا مفہوم یہ ہے کہ "تو خداوند اپنے خدا کو اپنا خدا مان" جس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہم کریں اِس بات کو مدِ نظر رکھیں کہ ہم اپنے نہیں بلکہ ہم خدا کی ملکیت ہیں "تو خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دِل سے پیار کر" کیونکہ اگر آپ خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دِل سے پیار کرینگے تو تب ہی آپ حقیقت میں جانیں گے کہ آپ خدا کی ملکیت ہیں اور تب ہی آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوگی۔ کہ وہ آپ کا خدا ہے۔ آپ میں اپنی خود مختاری کی خواہش ہی کی وجہ سے تمام بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی اس سے کہ آپ اپنے آپ کو خدا کی نسبت زیادہ پیار کرتے ہیں یہ اپنے آپ کو زیادہ پیار کرنا نہیں بلکہ اپنے آپ کو غلط پیار کرنا ہے۔ اگر آپ اپنے کو صحیح طریقہ سے پیار کرنا چاہتے ہیں تو خدا سے محبت رکھئے کیونکہ ہم خدا سے محبت کرنے ہی سے اپنے حقیقی انجام کو حاصل کر سکتے ہیں +

خدا صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ایسے ہوں جیسے ہونے کے لیئے اُس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اُس نے ہمیں اپنی صورت پر پیدا کیا یہ ایک تشبیع ہے۔ ہم آئینہ میں اپنی صورت دیکھتے ہیں۔ ہم بولتے ہیں اور گنبد کی آواز سُنتے ہیں۔ ہمیں خدا نے اِس واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ ہم اس محبت کے کلمہ میں اُسے جواب دیں جس کلمہ سے اُس نے ہمیں زندگی میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ "آؤ ہم اِس سے محبت رکھیں کیونکہ اُس نے پہلے ہم سے محبت رکھی" پس یہی ایک حکم ہے۔ باقی تمام حکموں کا خلاصہ اسی میں پایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں خدا کے حکم سے بھی بڑھ کر ایک بات پائی جاتی ہے۔ خدا کا ہم سے مطالبہ ہی اُس کا حکم ہے۔ لیکن اگر ہم اِن الفاظ کو سمجھ جائیں کہ "ہم خدا کی صورت پر پیدا ہوئے ہیں" تو ہم جان جائینگے کہ خدا ہمارے لیئے کیا چاہتا ہے۔ ہم سے کچھ طلب کرنے سے پہلے

اُس نے ہم سے محبت کی اور اب ہم سے اَور کچھ طلب نہیں کرتا سوائے اسکے کہ ہم اُس کی محبت کو قبول کریں محبت کا جواب محبت ہونا ہی ایمان ہے - خدا کے فضل کو قبول کرنا ہی ایمان ہے - خدا کی وہ محبت جو سمجھ سے باہر ہے - خدا کی وہ محبت جس کے ہم لائق نہیں ہیں - اور جو کوئی خدا کی اس محبت کو قبول کرتا ہے - خدا کی مرضی کو بجالاتا ہے +

حقیقت میں بدی محض اِس بات کا اظہار ہے - کہ ہم خدا کے بغیر بھی گزارہ کرسکتے ہیں - یہ خیال کہ "میری زندگی کے لیئے خدا کا ہونا ضروری نہیں مَیں اپنا خود مالک ہوں" اِنسانی زندگی کے منبع میں زہر ملانے کے مترادف ہے - اِس خیال سے زندگی زہر آلودہ ہوجاتی ہے - آدم حوا کے گناہ "کہ تم خدا کی مانند ہوجاؤ گے" میں یہ مطلب بالکل نہیں پایا جاتا کہ کوئی شخص خدا ہے بلکہ اِس سے مُراد خدا سے بالکل آزادی کی کوشش ہے - خدا سے آزاد ہو جانا - خدا سے دُور ہو جانا ہی سے مُراد بے خدا ہونا ہے - اور یہی بدی ہے - اور تمام احکام اِسی کو روکنے کے لیئے ہیں +

کیا یہ احکام خدا کی نسبت اِنسان سے زیادہ متعلق نہیں ؟ کیا دو قسم کے احکام ہیں - ایک وہ جو ہم پر خدا کے متعلق فرائض کو واضح کرتے ہیں - اور دُوسرے وہ جو ہمیں بتاتے ہیں کہ اِنسان کی طرف سے ہمارے کیا فرائض ہیں خدا کو پیار کرنے کے متعلق اور اِنسان کو پیار کرنے کے متعلق خدا سے محبت رکھنے کے اصل معنی کیا ہیں ؟ جیسا ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جانیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے کہ خدا ہی اپنی بخشش سے ہم کو سنبھالتا ہے - اور ہم پہچانیں کہ ہم محض خدا کے ہیں - خدا کی یہ پہچان نہ صرف ہر طرح کی لامذہبی بلکہ خود غرضی کو ہم سے دُور کر

دیتی ہے۔ خُدا کے ساتھ اِس طرح کا تعلق ہو جانے سے ہمارے پڑوسی کے ساتھ ہمارا صحیح تعلق ہو جاتا ہے۔ جو زِندگی خُدا نے ہمیں عطا کی ہے۔ اُسکا انحصار دُوسرے اِنسانوں کے ہونے پر ہے۔ کیونکہ اُس نے ہمیں اس طور پر بنایا ہے۔ کہ ہم اکیلے نہیں رہ سکتے اگر ہمارے اور خُدا کے مابین صحیح ربط ہے۔ تو ہمارا اِنسان کے ساتھ بھی صحیح تعلق ہوگا۔ ہم سمجھ جائینگے کہ ہماری زِندگی اُنکے ساتھ وابستہ ہے۔ جِس وقت سے کوئی شخص اپنے آپکو خُدا کی ملکیت سمجھتا ہے اسی وقت سے وہ یقیناً اپنے بھائی کا ہے۔ صرف ایک ہی حُکم ہے ۔ اور اُسکا خلاصہ اِس بات میں پایا جاتا ہے۔ کہ خُدا سے اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند محبّت رکھ +

اب ہمارا اِن حُکموں کے متعلّق کیا رویہ ہے؟ یہ احکام اِس لئے دِیئے گئے ہیں تاکہ ہم اُنکو مانیں اور اُن کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ ہر شخص جِسکا تعلق خُدا کے ساتھ ہے یہ جانتا ہے۔ کہ اگر ضرورت پڑے تو جان دینے تک بھی اُسے ان احکام کو ماننا ہے۔ لیکن وہ کون شخص ہے۔ جو اِن پر چلتا ہے کیا آپ حقیقت میں خُدا سے اپنے سارے دِل سے اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند محبّت رکھتے ہیں ؟ اب چُونکہ آپ کی محبّت خُدا کے ساتھ سچّی محبت نہیں لہذا اِنسان کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتی۔ اور آپ جھُوٹ بولتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ اور زنا کرتے ہیں۔ شاید آپ حُکموں کو بیہُودہ طور پر نہیں توڑتے لیکن کِسی شائستہ اور مخفی طریقہ سے توڑتے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ اتنی بُرائی نہیں۔ بعض حالتوں میں شائستہ گناہ بیہودہ گناہوں کی نِسبت بد تر ہوتے ہیں پس اس صُورت میں ہم خُدا کے حُکموں کو نہیں مانتے اور زِندگی کا چشمہ زہر آلُودہ ہو جاتا ہے۔ اور ہماری حالت بگڑ جاتی ہے۔ یہی ہماری ضمیر

کی شہادت ہے۔ یہ شہادت کتاب مُقدس میں زیادہ عیاں اور موثر ہے۔ خُدا کے حکم کے ساتھ ہی ساتھ ایک ہولناک لفظ آتا ہے۔ عدالت! مردود! اِس کا ذِکر پُرانے عہد نامہ کی نسبت نئے عہد نامہ میں زیادہ عیاں طور پر آتا ہے۔ تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

۱۲- الٰہی ضوابط

اِنسان کو باقی مخلوق پر ایک امتیازی اعزاز حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِنسان فعل مختار ہے "خُدا نے اِنسان کو اپنی صُورت پر پَیدا کیا" اُس نے اُسے ایک شخصیت پَیدا کیا یعنی خُدا نے اِنسان کو ایسا جاندار پَیدا کیا جو محض اپنے آپ ہی اس طور پر ترقی نہیں کرتا جاتا جس کے لئے خُدا نے اُسے پَیدا کیا تھا۔ بلکہ اِنسان ایسی ہستی ہے جو خُدا کے نیک ارادے میں "ہاں"، کر کے اپنے انجام کو حاصل کر لیتا ہے۔ بچّوں کے پاس گُڑیا ہوتی ہے۔ وہ بھی "ہاں"، کہتی ہے۔ لیکن وہ "ہاں" اس وقت کہتی ہے جبکہ اُسے صحیح جگہ پر دبایا جاتا ہے۔ وہ "ہاں" "یا نہیں" اپنے فیصلہ یا سمجھ سے نہیں کہہ سکتی اس کو لاشعور کہتے ہیں۔ لیکن اِنسان باشعور ہے۔ وہ اپنی زندگی کو بسر کرنے کے متعلق فیصلے کرتا رہتا ہے۔ فیصلہ کرنے کی اِسی قابلیت کو ہی فعل مختاری کہتے ہیں۔ اِسی فعل مختاری میں بدی کرنے کی قابلیت بھی مخفی ہے حیوان بدی نہیں

کر سکتا اُسکا طریقِ عمل مُقرر شُدہ ہے۔ اُسے فعل مُختاری حاصل نہیں ہم نے کبھی نہیں سُنا کہ فلاں خرگوش نیک ہے اور فلاں بد۔ یا فلاں لومڑی بد ہے اور فلاں نیک ان تمام کا طریق کار کم و بیش ایک ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اُنکی ضمیر نہ بُری ہو سکتی ہے نہ اچھّی لیکن تمام اِنسانوں کا طرِیقِ کار ایک نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کا راستہ دُوسرے کے راستہ سے مُختلِف ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک اپنی مرضی کے مُطابِق رستہ اِختیار کرتا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی دُوسرے کی مانند نہیں تاہم پولُوس رسُول نے درست کہا ہے کہ "کچھ فرق نہیں کیونکہ سب نے گُناہ کیا" اِسکی یہی وجہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک نے خُدا کا رستہ ترک کر کے اپنا رستہ اختیار کر لیا ہے۔ لیکن حقیقی راستہ ایک ہی ہے۔ اور وہ راستہ خُدا کا ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے۔ جس پر ہم نہیں چلتے یا شائد آپ مستثنےٰ ہوں اور رسُول نے آپ کو نظر انداز کر رکھا ہو۔ کیا آپ خُدا کے راستہ پر چلتے ہیں؟ لیکن خُدا نے اِنسان کی تخلیق میں ایک خاص خُوبی یہ رکھی ہے۔ کہ اِنسان کو فعل مُختاری دے کر اُسے ایک چیز اَور بھی عطا کر دی تاکہ ایسا نہ ہو کہ اِنسان گُناہ کر کے اپنی زِندگی اور دُوسروں کی زِندگی کو بالکل ہی خراب کر دے۔ اور خُدا کے راستے سے بِالکُل ہی منحرف ہو جائے۔ خُدا کی یہ بخشش اسکے خاص ضوابط ہیں۔ خواہ ہم کِتنے ہی نافرمانبردار یا خُودسر کیوں نہ ہوں ہماری زِندگی سے بہُت سی اچھی باتیں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ خُدا نے آپ اِسے دُرست بنایا ہے۔ خُدا کا شکر ہو کہ ہمیں نہ تو موسموں کی تبدیلی پر کوئی اِختیار حاصل ہے نہ ستاروں کی حرکات پر اور نہ ہی اُن قوانین قُدرت پر جو ہمارے جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں خُدا کے تخلیقی فرمان نے ہماری زِندگی کی حد بندی کر دی ہوئی ہے اور ہم اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اور خواہ ہم گناہ بھی کیوں نہ

کریں خُدا کا حُکم وہاں مقدم رہنا ہے تاہم خُدا کی خلقت میں بعض ایسے بھی خطّے ہیں جہاں ہمیں عِلم ہے۔ کہ ہمیں حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن حدود سے تجاوز کرنے کا امکان ہے۔ اِنہیں معانی میں ہم نے لفظ الٰہی ضوابط کا اِستعمال کِیا ہے۔ کیونکہ خالِق نے اُن کو ہماری فطرت میں رکھا ہے ہر اِنسان میں اُن کے متعلق طبعی سمجھ ہوتی ہے۔ تاہم یہ ایسے ضوابط ہیں جو کہ فعل مُختاری کی حدود میں پائے جاتے ہیں اُن ضوابط میں سے اہم یہ ہے۔ کہ خُدا نے اِنسانی زِندگی کو اس طرح مرتب کِیا ہے۔ کہ کوئی فرد صرف اپنے واسطے زِندہ نہیں رہ سکتا وہ دُوسروں کے بغیر زِندگی بسر نہیں کر سکتا۔ آدمی کو عورت کی ضرورت ہے۔ اور عورت کو آدمی کی۔ کِسی چیز کے پَیدا کرنے والے کو اُس چیز کے اِستعمال کرنے والے کی ضرورت ہوتی عوام کو رہنما کی ضرورت ہے۔ اور رہنما کو عوام کی ضرورت ہے خُدا نے اِنسانی زِندگی کو اس طرز پر اسواسطے مرتب کِیا ہے۔ کیونکہ خُدا نے اِنسان کو محبّت کے واسطے پَیدا کِیا ہے۔ محبّت رضا کارانہ ہوتی ہے نہ کبھی خُدا نے اِس کا جبری اجرا کِیا اور نہ کریگا۔ لیکن وہ ہمیں اِس سمت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس نے زِندگی کو اسطور پر منظم کر دِیا ہے۔ کہ کوئی فرد اِس سمت کو بغیر دُوسرے کی مدد کے نہیں جا سکتا۔ اِس طریقہ سے ہمیں محبت میں "مشق" دِی جاتی ہے۔ خُدا کے اُنہیں ضوابط کی وجہ سے اِنسانوں کے درمیان رفاقت پائی جاتی ہے۔ ورنہ خود سری ہمیں ضرور ہی ایک دُوسرے سے علیحدہ رکھیگی +

تاہم چُونکہ اِن ضوابط کا مقصد یہ ہے۔ کہ اِنسان اِن سے کُچھ نہ کُچھ سیکھے یہ ضوابط قُدرت کے اٹل قانون نہیں بلکہ اِنسان اِن کے متعلق لاپرواہی بھی برت سکتا ہے۔ جِتنا زیادہ اِنسان اپنی ہی نسبت سوچتا ہے۔ جِتنا اپنے لیئے اِرادہ کرتا ہے اُتنا ہی زِیادہ یہ ضوابط تباہ ہونے لگتے ہیں۔ اِنسان میں جِسقدر اپنی

زندگی کو بہتر بنانے کی قابلیت کا احساس ہو جاتا ہے اُتنا ہی زیادہ یہ خدا کے ضوابط خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اور جتنے خطرہ میں یہ آج ہیں اُتنے خطرہ میں دنیا کی تواریخ میں پہلے کبھی نہیں ہُوئے۔ اِس بات کے لئے کہ جائزہ کیا ہے ہر طبعی جذبہ اُن ضوابط کے لئے جو اِنسانوں کو متحدہ رکھتے ہیں ختم ہو چُکا ہے۔ اور اِنسان کی باہمی رفاقت میں زیادہ سے زیادہ اِنتشار واقع ہو چُکا ہے۔ اِس حقیقت کو ہم ازدواجی مسئلہ میں عیاں طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اوائل زمانہ میں غیر اقوام بھی جانتے تھے کہ شادی پر آدمی اور عورت زندگی بھر کیلئے اِکٹھے ہو جاتے ہیں لیکن اَب یہ دستُور نہیں رہا۔ آزاد مرضی اِس زندگی کے ضوابط کو بھی پاش پاش کرنے لگی ہے پچھلے زمانہ میں ہر ایک جانتا تھا کہ بچے والدین کی ملکیت ہیں اور والدین بچوں کی اور خاندان کی یک جنسی ایک مسلمہ امر تھا لیکن آج بے نیازی کے خیال نے اُسے تباہ کر دیا ہے پچھلے زمانہ میں ہر شخص جانتا تھا کہ حاکم اور محکوم کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن آج ہر شخص حکُومت کرنا چاہتا ہے۔ اور کسی کی نصیحت کا طالب نہیں +

بدی ہر زمانہ میں مَوجُود ہوتی ہے۔ لیکن کسی زمانہ میں یہ زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اور کسی میں کم ہمارا زمانہ کئی لحاظ سے پہلے زمانوں سے بہتر ہے۔ لیکن اِس زمانہ کی بدی اور تکالیف کا باعث صرف یہ بات ہے کہ ہم خُدا کے ضوابط کو بھول چکے ہیں۔ اور ہر شخص خود مختار ہونا چاہتا ہے۔ یُوں تو خود غرضی ہر زمانہ میں مَوجُود رہی ہے۔ لیکن زمانہ حال میں خُود غرضی سماج کی رُوحِ رواں ہے۔ کیونکہ اِنسان بھول چکا ہے۔ کہ خُدا نے اِنسان کو ایک دُوسرے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور کیسے پیدا کیا ہے۔ ہمارے زمانہ کے قابل ترین رہنما بھی اِس بات کو بھول چکے ہیں کیونکہ انکا نظریہ کہ شخصیت کا حصول ہی اعلےٰ ترین کامیابی ہے لیکن خُدا نے زندگی کو اِسطور مرتب کیا ہے کہ اِنسان اسی صُورت میں اعلےٰ

شخصیت بن سکتا ہے۔ جبکہ اُسکو اس بات کا علم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ دُوسروں کے لئے ہے اور اُس کو دُوسروں کی خدمت کرنا ہے۔ وہ شخص جو عقل سے باہر کسی چیز کو نہیں مانتا وہ خود مختار ہو جاتا ہے۔ اُسے دُوسروں کی ضرورت نہیں پڑتی وہ اپنا آپ مالک بلکہ اپنا خُدا ہے۔ تب اِنسانی رفاقت موتیوں کی مالا کی طرح بکھر جاتی ہے جب اُسکا دھاگا کٹ جاتا ہے۔ صرف خُدا کے ضوابط ہی ہمیں متحد کرتے ہیں اور اِن ضوابط کے پیچھے خُدا کی محبت ہے۔ وہ شخص جسکی رفاقت خُدا سے۔ اور خُدا کے ذریعے اپنے پڑوسی سے ہے۔ وُہی حقیقت میں اِنسان بن سکتا ہے۔

۱۳- وعیدہ

جب کبھی ہم اِس بات پر غور کرتے ہیں کہ خُدا کا مقصد ہماری زِندگیوں سے کیا ہے اور کہ کتنی بار ہم اُس مقصد کی تکمیل میں ناکام رہے ہیں۔ جب ہم خُدا کے بارے میں سوچتے ہیں تو یقیناً ہماری ضمیر ہمیں ملامت کرتی ہے کیونکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ خُدا ہم سے کیا طلب کرتا ہے۔ اور کہ ہم اُسکے مطالبات کو پُورا کرنے میں قاصر ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ ہم نافرمان ہیں۔ لیکن چُونکہ ہم یہ جانتے ہیں اِس لئے ہم زیادہ تر وہ کرتے ہیں جو مناسب نہیں اور آدم اور حوّا کی طرح اپنے گرنے کے بعد اپنے آپ کو اُس سے چھپاتے ہیں۔ خُدا کی شریعت ہمیں خُدا کی حضوری سے نکال دیتی ہے۔ دُوسرے لفظوں میں ہم یہ

کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہماری ضمیر ملامت کرتی ہے اور ہم بھاگ نکلتے ہیں ہم خدا سے نہیں ڈرتے بلکہ ہم خُدا کے حضور میں جانے سے ڈرتے ہیں ضمیر کی ملامت جو ہم پر حقیقت کا انکشاف کرتی ہے۔ ایک طرح سے خُدا کی دُشمن ہے۔ یہی ضمیر ہمارے اور خُدا کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ یہ ہمیں خُدا کے پاس جانے نہیں دیتی۔ ضمیر کی ملامت اور خُدا کی شریعت لازم ملزوم ہیں ضمیر ہمیں اُسی صُورت میں ملامت کر سکتی ہے۔ اگر ہمیں خُدا کی شریعت کا علم ہو جس خُدا کو ہم محض شریعت کے نُکتہ نگاہ سے مانتے وہ حقیقی خُدا نہیں ہے۔ حقیقی خُدا پہلے یہ نہیں کہتا کہ "تو کر" بلکہ وہ کہتا ہے "مَیں ہُوں" دس احکام کیونکر شروع ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح شروع نہیں ہوتے میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا بلکہ وہ اس طرح شروع ہوتے ہیں۔ خُداوند تیرا خُدا جو تجھے مُلکِ مصر اور غُلامی کے گھر سے نکال لایا۔ مَیں ہُوں" +

خُدا اصل میں شریعت دینے والا خُدا نہیں بلکہ زندگی دینے والا خُدا ہے۔ ضروری بات یہ نہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے بلکہ ضروری یہ ہے۔ کہ وہ کیا دیتا ہے خالق ہونے کی حیثیت سے وہ زندگی دیتا ہے۔ اور دُنیا کی تمام مَوجُودات عطا کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اُسکے ضوابط اُسکے خاص عطیے ہیں۔ یہ اُسکا خاص انعام ہے۔ کہ اُس نے آدمی اور عورت کو ایک دُوسرے کے لئے اس طرح پَیدا کیا ہے۔ کہ وہ صرف باہم ایک دُوسرے کی خدمت میں خُوشی حاصل کر سکیں۔ بیاہ اِسی واسطے پاک رسم ہے کیونکہ یہ خُدا کا خاص انعام ہے خُدا اِسو اسطے حُکم نہیں دیتا کہ ثابت ہو کہ وہ حاکم ہے بلکہ اس کے احکام اُس کے ضوابط کو جو اُسکے عطیے ہیں ظاہر کرتے ہیں +

تمام احکام کا مطلب یہ نہیں کہ جو کُچھ خُدا نے آپ کو عجیب طریقہ سے

عطا کیا ہے۔ یعنی وہ زندگی جو خُدا کی بخشش ہونے کے باعث پاک ہے برباد کر دے بلکہ خُدا کے احکام اِسلیئے ہیں کہ زندگی کو جبری دخل سے اُس دیوار کی طرح جو خوشنما باغ کے گرد بنائی گئی ہو محفوظ رکھے خُدا کے حُکم اُسکے عطیئے ہیں +

خُدا اِس زندگی سے بڑھ کر ہمیں اپنی نعمتیں عطا کرنا چاہتا ہے غیر اقوام بھی قدرے جانتے ہیں۔ کہ یہ زندگی خُدا تے خالق کی نعمت ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ خُدا ہمیں ایسی نعمتیں عطا کرنا چاہتا ہے۔ جو اس نعمت سے بھی بڑی ہیں یہ صرف بائبل مُقدس کا پیغام ہے۔ خُدا جو کچھ دینا چاہتا ہے۔ اُس نے اُسکا ذکر ایک ہی دفعہ نہیں کر دیا۔ وہ ابرؔاہیم سے اِس طرح بولنا شروع کرتا ہے۔ "زمین کے سب قبیلے تیرے سبب سے برکت پائینگے" یہ ابرؔہام کی برکت جو تمام دُنیا بھر کے لیئے ہے۔ کیا ہے؟ ابرؔہام اِسے نہیں جانتا لیکن اسکا وعدہ کیا گیا ہے۔ ابرؔہام نے اِس وعدہ کا یقین کیا اِس کے بعد اُس راستبازی کے عجیب و غریب بادشاہ اور صلح کی بادشاہی کا وعدہ ہُوا جِسکے متعلق یسعیاہ نبی نے پیشنگوئی کی ہے۔ کہ یہ وہ زمانہ ہوگا جبکہ ناراستی کی بجائے راستبازی اور ہلاکت کی بجائے زندگی کی بادشاہی ہوگی۔ اقوام کے درمیان جنگ کے بدلے امن ہوگا یہاں تک کہ حیوانات کے درمیان بھی صُلح قائم ہو جائیگی اِس صُبح صادِق کے نور کا انکشاف اور بھی بہتر طوطریق پر ہو جاتا ہے جبکہ یرمیاہ خُدا کے عہد کے نئے وعدہ کو لیکر آتا ہے۔ وہ وعدہ یہ ہے۔ نہ صرف راستبازی اور صُلح لفظی مُعافی میں قائم ہوگی بلکہ گُناہوں کی مُعافی اور خُدا سے صُلح ہو جائیگی۔ اب خُدا کی شریعت حُکم کی صُورت میں ظاہر نہ ہوگی بلکہ بنی نوع اِنسان کے دِلوں پر نیکی کندہ کی جائیگی۔ مزید برآں خُدا کی شفقت اُسکے لوگوں کے ساتھ ہوگی۔ اور وہ حقیقت میں جانینگے کہ وہ اُسکے لوگ ہیں تب بِلآخر

صبح کی روشنی نے طلوعِ آفتاب کی خبر دی نیا عہد پُرانے عہد کے درمیان ظاہر ہُوا جبکہ خُدا کے خادم کے آنے کا وعدہ ہُوا وہ خادم جو کہ لوگوں کے گُناہ اور غم اُٹھا لے جاتا ہے۔ اور صلیبی دُکھ برداشت کر کے اِنسان کے گُناہوں کا کفارہ دیتا ہے۔ (یسعیاہ ۵۳) +

یہی بائبل کا پیغام ہے۔ یہ نہیں کہ خُدا ہم سے کیسے افعال طلب کرتا ہے بلکہ یہ کہ خُدا ہمارے لئے کن باتوں کی آرزو رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہم کیا کریں بلکہ یہ کہ خُدا کیا کرتا ہے۔ اور کیا دیتا ہے۔ خُدا کی شریعت تو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ لیکن خُدا کا وعدہ صرف بائبل ہی میں مِلتا ہے۔ اور وہ وعدہ یہ ہے کہ خُدا اپنے بیمار اور سرکش لوگوں کے پاس اُنکو شفا دینے کے لئے آتا ہے یہ نجات دہندہ کا پیغام ہے۔ کہ وہ شفا دینے والا۔ بچانے والا۔ مُعافی دینے والا اور مخلصی بخشنے والا خُدا ہے۔ حقیقت میں یہی وعدہ خُدا کا پیغام ہے +

صرف اِسی طریقہ سے اِنسان خُدا کے احکام کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔ خُدا ہم سے اور کچھ طلب نہیں کرتا سوا اسکے کہ ہم اِسے زِندگی بخشنے کا کام کرنے دیں نا صرف وہ زِندگی جسکا انجام موت ہے۔ بلکہ اُس کی اپنی زِندگی جسکو موت نہیں آتی۔ "ہم اُسے زِندگی بخشنے کا کام کرنے دیں" سے مُراد یہ ہے کہ ہم اِس بچانے والے اور شفا دینے والے خُدا پر اِیمان لائیں۔ وعدہ کے پُورے ہونے ہی میں دس احکام کے دیباچہ کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ "خُداوند تیرا خُدا جو تجھے مُلکِ مصر اور غُلامی کے گھر سے چھُڑا لایا مَیں ہُوں"۔ خُداوند مسیح نبی کے پیغام مَیں ہی اِس بات کا صحیح اِنکشاف پایا جاتا۔ کہ وہ غُلامی کا گھر کیا ہے۔ اور خُدا نے کِس طرح ہمیں اِس غُلامی کے گھر سے نِکالا؟

۱۴- یسُوع مسیح

ہم اِس زمانہ کو بیسویں صدی کہتے ہیں۔ سنۂ دُنیا کی تواریخ کو دو حِصّوں میں تقسیم کر دیتا ہَے۔ یعنی قبل از مسیح اور بعد از مسیح یوں کم از کم بیرونی طور پر دُنیا مسیح کی آمد کو ایک عالمگیر تواریخی واقع سمجھتی ہَے۔ ہم قدرتی طور پر حیران ہونگے۔ کہ ایسا کم حیثیت واقع کیونکر عالمگیر نتائج کا باعث ہو سکتا ہے تاہم یہ بات بڑی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ ممکن ہَے۔ کہ کیلنڈر تبدیل ہو جائے اور کوئی نیا سال قبول کر لیا جائے۔ کیا یسُوع بطور تواریخی واقعہ کی شخصیت ہونے کے دُوسری شخصیتوں کی مانند خاکی ہے اور فانی ہے؟

یسُوع کون تھا؟ کیا وہ ایک بڑا مُقدّس شخص اور دُوسرے مُقدّسوں کی نِسبت بہت بڑا تھا۔ کیا وہ ایک سب سے بڑے مذہب کا بانی تھا؟ کیا وہ ایک اعلےٰ ترین نمُونہ تھا؟ اگر یسُوع بس اِتنا کچھ ہی ہے۔ تو وہ دُوسرے مشہور آدمیوں کی مانند خاک ہے۔ وہ زمانہ آئیگا جبکہ اُسے کسی کو اور زیادہ کچھ نہ کہنا ہوگا تو پھر یسُوع کون تھا؟ اگر آپ اِسی طریقہ سے اپنے سوال کو دُہراتے جائینگے تو آپ اپنے سوال کے متعلق غیر مجذوب تواریخی علیحدگی میں رہینگے۔ آپ اس طرح پُوچھیں کہ یسُوع کون ہَے؟ اسکا میرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیا اُس آدمی سے جو تقریباً دو ہزار سال ہوئے اِس دُنیا میں تھا مجھے کچھ فائدہ ہو سکتا ہَے؟ بالکُل نہیں کیونکہ جو کچھ ہُوا وہ تو گزر چکا ہَے۔ اور اُس کی صرف یاد باقی ہے۔ جو کچھ بھی ہُوا اُسکا تعلق آپ کے ساتھ کچھ نہیں اِسی سبب سے

اُسکے دو نام ہیں یسوع مسیح جو اُسے صرف تواریخی حیثیت سے جانتے ہیں اُن کے واسطے وہ یسوع ہے۔ اگر آپ اُسے صرف بحیثیت یسوع ہی جانتے ہیں تو آپ کو اُس سے کوئی فائدہ نہیں وہ اُن لوگوں کے لئے یسوع مسیح ہے جن پر خُدا نے اپنے بھید کو ظاہر کیا۔ ہم اپنی طرف سے یسوع کو مسیح کا نام نہیں دے سکتے وہ صرف اُسی شخص کے واسطے مسیح بھی ہے اور منجی اور فدیہ دینے والا بھی جسے وہ خُود اُسی کے وسیلہ سے بچاتا ہے۔ اگر ہم کل ہی اخباروں میں پڑھیں کہ مُلکِ فلسطین میں بیت الحم کے مقام پر ایک چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ اور اُس چشمہ میں یہ خصوصیات ہیں کہ اگر کوئی اِس میں سے پیئے تو بالکُل تندرست ہو جاتا ہے تو کتنے ہی لوگ اِس جگہ حج کے لئے جائینگے لوگ کہینگے کہ "شفا صرف اسی جگہ ملتی ہے" ہاں اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب واقعہ وہاں ہو چکا ہے۔ وہاں ایک الٰہی چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ جو کوئی اِس میں سے پیتا ہے تا ابد کبھی نہ مریگا۔ یہ کیسے مُمکن ہو سکتا ہے؟ اِسکا کیا مطلب ہے؟

یسوعؔ ایک اِنسان ہے۔ لیکن اِس اِنسانی زندگی میں ایک اَیسا واقعہ ہُوا ہے۔ جو اِس سے پہلے کبھی نہیں ہُوا۔ اُسی میں خُدا کی مرضی۔ خُدا کی عالمگیر تجویز اور خُود خُدا جسکا ہم گمان کر سکتے ہیں لیکن ہماری سمجھ سے باہر ہے ظاہر ہُوا۔ "جس نے مُجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا" دُنیا میں یسوع مسیح ہی ایک اَیسا مقام ہے جہاں ہم خُدا کو دیکھ سکتے ہیں اور چُونکہ اِسی مُقام پر خُدا کو دیکھ سکتے ہیں لہذا ہم اپنے آپ کو بھی حقیقت میں نئے سرے سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنی نسبت نہیں جانتے کہ ہم کَون ہیں ہم حقیقت میں بائبل کے اس بھید کو نہیں جانتے کہ "خُدا نے اِنسان کو اپنی صُورت پر پیدا کیا" نہ ہی ہم حقیقت میں یہ جانتے ہیں کہ ہم گُنہگار ہیں اور ہم کھوئے ہُوئے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اسی صُورت میں مُمکن ہیں

جبکہ ہم خُدا کو جان لیں۔ لیکن ہم خُدا کو نہیں جانتے خُدا نے مسیح خُداوند کے ذریعے یہ بات عیاں کر دی ہے۔ کہ خُدا کون ہے؟ اور ہم کون ہیں؟ خُدا کو اِنسانی صُورت میں ہمارے پاس اِس لِئے آنا پڑا تاکہ وہ ہماری حقیقت کو ہم پر ظاہر کرے اور ہم پر ظاہر کرے کہ ہم مخلُوق ہیں اور گنہگار ہیں لیکن اُس نے دُنیا میں آکر ہماری اور اپنی حقیقت کو ہم پر ظاہر کر دِیا۔ وہ ہمکو کذب و افترا سے نکالکر سچائی اور حقیقت کیطرف لے گیا۔ اُس نے سزا سے نکالکر ہمیں نجات بخشی وہ ہمیں ہلاکت اور مَوت سے نِکال کر زِندگی اور برگزیدگی میں لے گیا۔
خُدا نے ہم کو کوئی اَیسی تصویر یا سراب یا کھڑکی قائم نہیں کی جِسکے ذریعہ سے ہم اِن باتوں کے بھید۔ خُدا کے بھید۔ اور اپنے آپ کے بھید کو جان سکتے ہیں۔ ہم تماشبین ہونے کی حیثیت میں مسیح کو یسُوع میں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم مسیح کو صِرف اُسی وقت دیکھ سکتے ہیں جبکہ ہم کو چیلنج مِلے۔ جب ہمارا حساب کِتاب لِیا جائے۔ جب ہمیں شخصی جواب دہی پر مجبُور کیا جائے۔ اور جب ہمکو فیصلہ کرنے پر مجبُور کیا جائے صرف اِسی شخص کو یسُوع کے مسیح ہونے کا اِدراک حاصِل ہَے۔ جو خُدا کو مسیح میں اپنی بلاہٹ کرنے دیتا ہے۔ اِس سے پہلے کہ وہ اِس بُلاہٹ کو قبُول کرے وہ سوائے اِس مُمتاز شخص یسُوع ناصری کے اور کِسی کو نہیں دیکھتا جب دُوسرے اُسے نجات دہندہ یا فِدیہ دینے والا کہتے ہیں تو یہ بات آپ کے لِئے اِس تصویر سے زیادہ اہمیّت نہیں رکھتی جیسے کوئی شخص خوبصُورت کہے اور آپکے لِئے وہ زیادہ سے زیادہ خُوشی کا باعِث ہو سکے۔ آپکو چاہیئے کہ آپ اُسے خُود جانیں اور اُسکی بابت "ہاں" کہہ سکیں۔ یہی ایمان ہے۔ یسُوع ایک سامعہ یا محقق یا عالم یا تارِیخ دان کے واسطے مسیح نہیں ہو سکتا لیکن محض اُس کے واسطے مسیح ہو سکتا ہَے جو اُس پر اِیمان لاتا ہے۔ "وہ جو مجھ پر اِیمان لاتا ہَے گو وہ مر جائے تو بھی زِندہ رہیگا" صِرف وُہی زِندگی کے چشمہ

میں سے پی سکتا ہے +

یہ اعلان سب کے واسطے ہے۔ کہ "دیکھو خُداوند کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے۔" دیکھو خُدا کا برہ جو جہان کے گُناہ اُٹھالے جاتا ہے۔" اُس کو دیکھو جسکے ذریعے سے خُدا آپ کی بے دینی کا اِنکشاف آپ پر کرکے بھی آپ کو اپنا بچہ کہتا ہے۔ لیکن اب سوال یہ پَیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا ہم اِس پیغام کے محض سُننے ہی والے ہیں یا اِسے دِل سے قبُول کرتے ہیں۔ کیا ہم اِسے حقیقت سمجھ کر قبُول کرتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ خُدا خُود یسُوع کے ذریعے سے ہم پر ظاہر ہو کر ہمیں اپنی طرف بُلاتا ہے جب ہم یہ سمجھتے ہیں تو یسُوع صرف یسُوع ناصری ہی نہیں رہتا یا وہ ایک مُقدس ہستی ہی نہیں رہتا بلکہ ہم پطرس کی طرح محسوس کرنے لگتے ہیں۔ کہ وُہ سچ مچ تُو زِندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے۔" تو پھر وہ ہم کو کہیگا مُبارک ہے تُو کیونکہ یہ بات گوشت اور خُون سے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے۔" اگر یہ ہو جائے تو حقیقت میں "عیدِ ولادت" ہو گئی +

۱۵- ابنِ آدم

کیا آپ جانتے ہیں کہ اِنسان کیا ہے ؟ کیا یہ ایک مشکل معمہ نہیں ہے۔ امیر تیمور جو قاتلِ عام اور مسٹر گاندھی جو صُلح کا مجسمہ تھا میں کونسی مشترکہ بات پائی جاتی ہے + اُن میں سے حقیقی اِنسان کَون تھا ؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں لومڑی یا کُتا یا عقاب اصل ہیں۔ لیکن اصل اِنسان کون سا ہوتا ہے ؟ اصل اِنسان تو شاید

آپ ہیں! کیا سچ مچ؟

یہ سوال ہم پر اِنسان کے معمہ کے آغاز کو عیاں کرتا ہے - یہ سوال اِسواسطے پَیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہم نہیں جو کچُھ ہمیں ہونا چاہئے تھا- یہ بات صرف اِنسان کے متعلق ہی کہی جاسکتی ہے - کیونکہ صرف اِنسان ہی اپنی اصلیّت سے مُختلف ہونے کی قابلیت رکھتا ہے ہم میں سے ہر ایک اپنی اصلیت سے بالکل فرق ہے۔ پَیدائیش کی کہانی میں جو کچُھ مرقوم ہے وہ اب صادق نہیں آتا- وہاں لِکھا ہے - کہ "خُدا نے اِنسان کو اپنی صُورت پر پَیدا کِیا" ہم سب نے وہ تصاویر دیکھی ہُوئی ہیں جو جنگِ عظیم میں لی گئی تھیں کوئی آدمی خُود اور گیس سے حفاظتی نقاب پہنے جُھک کر کھڑا ہے -اور ایک سنگین سے حملہ کر رہا ہے - کیا یہ خُدا کی شکل ہے یا شیطان کی یہ زِیادہ کِس سے مِلتا جُلتا ہے؟ آپ بھی اِس اِنسان کی مانند ہو سکتے ہیں - یہ محض اِتفاق ہی ہے کہ آپ یا آپ کا خاوند یا آپ کا بھائی یا بیٹا اِس طرح دِکھائی نہیں دے رہا ہے کیا خُدا کی یہ شکل ہے؟ ہم چِین کے اُن ہزاروں فاقہ کشوں کو بھُول نہیں سکتے نہ ہی ہم اُن قابلِ رحم لوگوں کو فراموش کرا سکتے ہیں جو پاگل خانہ میں یا جیلوں یا ہسپتالوں میں ہیں- یا کیا ہم کبھی اُس شرابی کو بھُول سکتے ہیں جو شراب کے نشے کی حالت میں اپنے گھر کے آرام کو تہ و بالا کر دیتا ہے - کیا ہم اس مُصرف بیٹے کو بھُول سکتے ہیں جس نے دُور دراز مُلک میں اپنا روپیہ ضایع کر دیا ہم اِس بات کو یاد کریں کہ ہم بھی اُسکے وہ مصرف بیٹا ہیں - جو اپنے باپ کو اس سے زیادہ کچُھ نہیں کہہ سکتا" باپ مَیں اِس لائق نہیں کہ تیرا بیٹا کہلاؤں"

خُدا کے شبیع کو کیا ہوگیا؟ کیا یہ محض موہومی کہانی تھی- آپ جانتے ہیں کہ اِنسان کس قِسم کے ہَیں؟ مَیں اِنسان کی نِسبت کچھ جانتا ہُوں اور مُجھے معلوم ہے

کہ کون اِس عجیب بیان کو جو موہومی سی کہانی معلوم دیتی ہے کہ اِنسان خُدا سے پیدا ہُوا ہے تسلیم کر سکتا ہے ؟ حقیقی اِلسان بننا ایک نصب العین ہے لیکن حقیقی اِلسان کا وجُود حقیقت میں عنقا ہے - ہم کیونکر جانتے ہیں کہ اِنسان کی الہٰی شکل بھی ہے جو ہمارا نصب العین ہے - یہ کیوں کر مُمکن ہو سکتا ہے کہ ہر شخص کو علم ہو کہ مَیں حقیقی اِلسان نہیں ہُوں میری زندگی کے حالات دُرست نہیں ہیں - یہ معیار کہاں سے آیا کہ ہمیں فلاں شکل کا ہونا چاہیئے تھا - ہمیں یہ احساس کیونکر ہُوا - اور ہماری ناکامی کا یہ فِکر و تردد کہاں سے آیا - جب مُصرِف بیٹا اپنی مصائب کی انتہا تک پہنچ گیا - جب وہ سُوأر چراتا تھا - تو اُس وقت اُسے اپنے باپ کے گھر کی یاد آئی اور وہ اُداس ہو کر سکیاں بھرنے لگتا - اُس کی حالت گھر پر کتنی ہی فرق تھی - ہم میں سے ہر ایک کا پوشیدہ تجربہ یہی ہے - وہ نصب العین اب ہماری اصلیت کی دھندلی سی تصویر کی مانند ہے - وہ دُھندلی سی تصویر جو قریباً مٹ چکی ہے - اور ہم مُشکل سے مان سکتے ہیں کہ کوئی اصل اِنسان بھی ہے + اصل اِلسان ہمارے سامنے کھڑا ہے - وہ کوئی موہومی تصویر نہیں بلکہ حقیقی گوشت اور خُون کا اِلسان - دیکھو یہ آدمی جو خُدا کی صُورت پر ہے - یہ یسُوع ہے - جب خُدا نے اِلسان کو پیدا کیا تو خُدا کا منشا یہی تھا کہ اِلسان ایسا ہو وہ اِلسان جو سراسر اپنے باپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے" میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے مُوافق عمل کرُوں اور اُسکا کام پُورا کرُوں" نا صرف وہ خُود یہ کہتا ہے - بلکہ انجیل کے تمام بیانات اور الفاظ میں جہاں اُسکا ذکر آتا ہے - اُسے ایسا ہی ظاہر کیا گیا - وہ ابنِ آدم وہ جسکے سامنے اِنسان ٹھہر کر یہ کہہ سکے" ہاں جسکو مَیں ڈھونڈ رہا تھا مَیں نے اُسے پا لیا" اُس اِلسان کو اُسی حقیقی اِلسان کو +

+ ۱۹۰۰ سو سال ہُوئے وہ دُنیا میں تھا اُس سے ہمیں کیا فائدہ ؟ کیونکہ باوجُود اِس

حقیقت کے ہم ایسے نہیں جَیسا ہمیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ اِنسان یسُوع ہمیں کچھ کہنا چاہتا ہَے " مجھے میرے اور تیرے باپ نے بھیجا ہے۔ تاکہ مَیں تجھے بتاؤں کہ خُدا تجھے میری مانند بنانا چاہتا ہے۔ تجھے ایسا ہی حقیقی اِنسان بننا ہَے جَیسا مَیں ہُوں۔

کیا مجھے؟

ہاں تجھے

لیکن یہ تو ناممکن بات ہَے۔ مَیں تو حقیر قسم کا اِنسان ہُوں مجھے اِس سے بہتر کوئی نہیں بنا سکتا۔ تم دُرستی پر ہو سوائے خُدا کے اَور کوئی نہیں کر سکتا لیکن خُدا ضرور یہ کریگا۔

یسُوع مسیح نہ صرف اِس لیئے آیا کہ ہم پر حقیقی اِنسان کو ظاہر کرے بلکہ اِس لیئے بھی آیا کہ وہ ہم کو بتائے کہ خُدا کا اِرادہ یہ ہَے کہ ہم اپنی کھوئی ہُوئی شکل کو دوبارہ حاصل کریں آپ ضرور ویسے ہی ہو جائینگے نیز آپ مسیح یسُوع کی مانند ہو جائینگے جو کہ ازلیت میں پہنچ چکا ہے " ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا کہ ہم کیا کچھ ہونگے اِتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو ہم بھی اُس کی مانند ہونگے"

یہی انجیل کی خوشخبری ہَے۔ خواہ ہم اِس بات کو محسوس کریں یا نہ کریں خواہ ہم یہ سمجھیں کہ ہماری تمام تکالیف اور رنج کے اسباب بیرونی ہیں لیکن حقیقت میں ہم خود اپنی ان تمام تکالیف کا باعث ہیں۔ اِس تمام خرابی کا اصل سبب یہ ہے۔ کہ ہم خود خراب ہیں۔ اور اِسی واسطے یہی سب سے بڑا پیغام ہے جو ہم سُن سکتے ہیں کہ تُم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ذرا سوچیں کہ اگر کسی نابینا کو یہ کہا جائے کہ تمہیں بینائی مل جائیگی تو وہ کیسے محسوس کریگا یا اگر کسی اپاہج کو کہا جائے "کہ تم صحت پا جاؤ گے" تو وہ کیسے محسوس کریگا۔ یہ تو ظاہری باتیں ہیں۔ لیکن

ہم تو باطنی طور پر دُرست ہونے کو ہیں ہم خُدا کے فضل ہی سے دُرست کیئے جائینگے "۔ خُوشی کے نعرے مارو"۔ یہی اِبنِ آدم کا پیغام ہے +

۱۶- اِبن اللہ

کِسی کو عِلم نہیں کہ خُدا کون ہے ؟ ہوشیار سے ہوشیار عالِم بھی خُدا کے متعلق ایک سادہ آدمی سے زیادہ نہیں جانتا۔ ہر اِنسانی دِل کے اندر ایک اعلےٰ ہستی کے وجُود کا احساس ضرور ہے - ہر ایک کو دُھندلا سا اِدراک ہے کہ تمام کائنات پر ایک طاقت کا تسلّط ہے - اور یہی طاقت تمام مَوجُودات کو احکام دیتی ہے - لیکن روزمرہ کی زِندگی اور اِنسانی تواریخ اِس امر کی شاہد ہے کہ خیالِ سابقہ کِسقدر مبہم ہے - خُدا اور الٰہی ہستی کے مُتعلق اِنسان کے اندر کِتنے مختلف تصورات پائے جاتے ہیں اور بہُت سے اَیسے اِنسان بھی ہیں جِنکے دِماغ میں اِس مُعاملہ کے متعلق کوئی سمجھ ہی نہیں - کَون کہہ سکتا ہے - کہ مَیں جانتا ہُوں کہ خُدا کَون ہے مَیں اُس کی تجاویز اور اِرادوں کو جانتا ہُوں - ہم خُدا کے متعلق اِتنا جانتے ہیں - کہ اُس کے بھید نرالے ہیں - ہم ایک اَور بات بھی جانتے ہیں اگرچہ صاف طور پر نہیں جانتے کہ خُدا اور اِنسان کے درمیان حالات دُرست نہیں یا تو خُدا کے گِرد ایک تارِیکی ہے یا ہم میں تارِیکی ہے اور ہر دو میں سے کِسی کو بھی ہم ہٹا نہیں سکتے - کیا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے دونوں تارِیکیاں یکساں ہوں "خُدا کو کبھی کِسی نے نہیں دیکھا اِکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا" رسُولوں اور پہلے زمانہ کے مسیحیوں نے یِسُوع

کو خُدا کا بیٹا کیوں کہا؟ اِسواسطے کہ اُسی کے وسیلے سے اُنہیں معلوم ہُوا کہ خُدا کَون ہے۔ یسُوع خُدا کا شبیہ ہے۔ اُن کے اِیمان کی تشکیل کا فیصلہ کُن ساعت وہ تھا جبکہ اُنکو اس بات کا اِدراک ہوگیا کہ یسُوعؔ محض ایک بزرگ دِلکش شخصیت ہی نہیں بلکہ وہ مظہر صفاتِ الٰہی ہے۔ اور یہ اِدراک اُنکے لئے خُوشخبری تھی۔ اِسی کے وسیلہ سے خُدا ہم سے ہم کلام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اولین مسیحی یسُوع کو خُدا کا کلام کہتے تھے۔ انبیاء کو خُدا نے بُلایا اور مُقرر کیا کہ وہ خُدا کے کلام کا اعلان کریں لیکن جو باتیں اُنہوں نے بتائیں خُدا کا حقیقی کلام نہ تھیں بولنے والا نبی تھا نہ کہ خُود خُدا انبیاء اُسکے آلۂ کار تھے اور اُس کا مُنہ ہو کر بولتے تھے۔ اور وہ خُود ہم سے دُور اور غائب تھا۔ کِسی نبی میں یہ کہنے کی جُرأت نہ ہُوئی کہ مُجھے دیکھو اور تُم خُدا کو دیکھ لوگے۔

تاہم انبیاء میں وہ اوصاف مُوجُود تھے جو دُنیا کی تواریخ میں کِسی شخصیت میں مَوجُود نہ تھے چین کے دانا۔ یُونان کے فیلسوف اور ہندوستان کے بڑے بڑے سنیاسی بھی ان اوصاف کے حامل نہ تھے۔ وہ تو خُدا کے پیغمبر تھے اُن کے پاس خُدا کا کلام تھا۔ لیکن وہ خُود خُدا کا کلام نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کو علم تھا کہ اُن سے بڑا آنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ اُس زمانۂ مستقبل کی تعلیم دیتے تھے جبکہ مسیح آئیگا یہانتک کہ خاتم الانبیاء یعنی یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے کہا۔ مگر جو مُجھ سے زور آور ہے آنے والا ہے۔ مَیں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ وہ جو نبی سے بڑا ہے۔ نبی سے بڑا کَون ہے؟ وہ جِسکے پاس نہ محض کلام ہو بلکہ وہ جو خُود کلام ہو۔ وہ جو نہ صرف نجات کا ڈھنڈورا دے اور وعدہ کرے بلکہ وہ جو خُود نجات دے وہ نہیں جیسے دُوسرے انبیاء کی طرح خُدا بتائے کہ اُسے کیا کہنا ہے بلکہ وہ جو کہتا ہو کہ جِسنے مُجھے دیکھا اُس نے خُدا کو دیکھا۔ وہ جِسکے اندر

خُدا کے کلام کا چشمہ مَوجُود ہو۔ وہ جو خُدا کے بھیدوں کے سامنے خَوف زدہ اور حَیران و ششدر کھڑا نہ ہو بلکہ وہ جو خُدا کے بھیدوں کا خُود مکاشفہ ہو۔ کوئی اِنسان اَیسا نہیں ہو سکتا۔ اِنسان نبی سے بڑا نہیں ہو سکتا نبی سے بڑا وہ ہے جو نبی کو لیس کرتا ہے۔ وہ جو کلام دیتا ہے یعنی خُدا۔ کیونکہ کلام صرف خُدا کے پاس ہَے۔ اور خُدا کے سِوا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کلام میری طرف سے آتا ہے وہ جو اِس بات کو قبُول کرتا ہَے۔ کہ یِسُوع نبی سے بڑا ہے۔ یِسُوع خُدا کا کلام ہے۔ وہ یہ بھی مانتا ہے۔ کہ یِسُوع محض میری طرح اِنسان ہی نہیں بلکہ وہ خُود خُدا ہے +

یہ بات ناممکنُ الفہم ہَے۔ اور اِسی ناممکنُ الفہم بات میں مسیحی اِیمان کا وجُود ملتا ہے۔ غیر مسیحی لوگوں کے اِیمان میں سوائے اِس بات کے باقی سب کچھ پایا جاتا ہَے۔ اُنکے پاس خُدا کے احکام ہیں اُنکو بھی حُکم مِلا ہَے۔ کہ وہ اپنے پڑوسی سے مُحبّت رکھیں وہ خُدا کی دانائی اور اُسکے قادرِ مُطلق ہونے پر اِیمان رکھتے ہیں۔ لیکن اُنکا اَیسا خُدا نہیں جو خُود اُنکے پاس آئے اور اِنسانی صورت میں اُن پر ظاہر ہو۔ جو اُنکی رفاقت کا خواہشمند ہو۔ اور یہ ظاہر کرے کہ باوجُود اُنکی بدی کے وہ اُن سے شرماتا نہیں بلکہ وہ اُن سے محبّت رکھتا ہے اور اُنہیں اپنے جلال میں لینا چاہتا ہے +

اَیسا خُدا جو اِتنا حلیم ہو جائے کہ وہ اِنسان بن کر اِنسانوں کے درمیان آجائے گویا کہ وہ اُن جیسا ایک اِنسان ہَے۔ اَیسا خُدا کبھی بھی غیر مسیحیوں کا خُدا نہیں ہم اَیسے خُدا کو ایک واقعہ سے جانتے ہیں یہ حلیم ہو جانے والا خُدا یِسُوع مسیح میں ظاہر ہُوا۔ بڑی بات یہ ہے۔ کہ کوئی شخص یِسُوع کو کیا سمجھتا ہَے۔ یہ امر یقینی ہے۔ کہ ہر ایک کو یِسُوع مسیح میں اَیسے خُدا کا تجربہ نہیں۔ وہ شخص جِس کے

نزدیک یسُوع مسیح محض ایک اَیسا اِنسان ہے جو مُمتاز حیثیت رکھتا ہے۔ جو راستباز۔ بُزرگ - دانا مذہبی بانیوں میں سے سب سے بڑا ہے۔ اُس کو خُدا کا یہ تجربہ نہیں جو کوئی بیٹے کا اِنکار کرتا ہے۔ اُسکے پاس باپ بھی نہیں جِسکے پاس بیٹا نہیں اُس آدمی کا حال اَیسا ہے جَیسے اُس شخص کا جِس کے پاس کِسی بنک کا ہزار روپیہ کا چیک ہو۔ اگر اُس آدمی کو یقین ہو کہ وہ چیک جعلی ہے تو اُسکے واسطے وہ چیک ایک ردّی کاغذ کے ٹُکڑے کے برابر ہے۔ اُسکے پاس ایک ہزار روپیہ نہیں ہے۔ جِسکا یہ اِیمان نہیں کہ یسُوع کے ذریعے خُدا خُود ہمارے پاس آتا ہے - وہ اُس خُدا کو نہیں مانتا جِس نے یسُوع مسیح کی آمد سے اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کیا۔ وہ خُدا کی پُرفضل مرضی کو نہیں پہچانتا اور اُس پر خُدا کے بھید اور دُنیا کے متعلق الہٰی تجاویز اشکارا نہیں ہوئے۔ اُس کے واسطے کفّارہ نہیں ہُوا - اُسکے نزدیک یسُوع مسیح خُدا کا کلام اور کام نہیں ہے - اور وہ اُس آدمی کا بچانے والا نہیں ہے - کیونکہ کوئی ہمیں نہیں بچا سکتا یہ قُدرت صرف خُدا ہی کو ہے۔ مسیح ہمیں بچا سکتا ہے - اگر وہ بچانے والے خُدا کا مظہر ہے +

ہمیں بُزرگ ہستیوں کی عزّت کرنا چاہیئے - خُدا پرست لوگ ہمارے لیئے نمونہ ہیں - لیکن کوئی بُزرگ ہستی یا خُدا پرست شخص خُدا کے بھید کو ہم پر عیاں نہیں کر سکتا اور ہمیں خُدا کے ساتھ جوڑ نہیں سکتا کوئی شخص ہمارے قصوروں کو ہم سے اُٹھا کر لیجا نہیں سکتا۔ ہمیں ابدی زندگی کی تکمیل کا یقین دِلا نہیں سکتا یہ صرف خُدا ہی سے ہو سکتا ہے خُدا یہ کام صرف یسُوع مسیح کے ذریعہ کرتا ہے اور اِسی وجہ سے یسُوع مسیح محض ایک بڑا آدمی ہی نہیں بلکہ خُدا کا بیٹا ہے یہ کیسے ہُوا کہ خُدا آدم کی صُورت میں ہم پر ظاہر ہُوا؟ مَیں یہ نہیں جانتا۔ مَیں یہ

بھی نہیں جانتا کہ کیونکر کوئی چیز زِندہ ہو جاتی ہے - اور نہ ہی یہ کہ آدمی کیونکر پیدا ہوتا ہے - یہ صِرف اُس خالِق کے بھید ہیں - یہ بات کیوں ایک الٰہی بھید نہ ہو کہ خُدا کیونکر مُجسّم ہُوا - لیکن ایک بات جو مَیں مسیحی ہونے کی صُورت میں جانتا ہُوں اور جِس سے میرا دِل ہر روز شادمان ہے - وہ یہ ہے - کہ خُدا اپنے بیٹے کے ذریعے اپنی محبّت کو ہم پر ظاہر کرتا ہے - اور خُدا کی محبّت اُن سب کے واسطے ہے - جو اِیمان لاتے ہیں کہ یِسُوع خُدا کا بیٹا ہے +

۱۷ - بادشاہ

اہلِ سوئٹزر لینڈ کو یہ یقین دِلانا کہ ہمارا بادشاہ ہے - اور کہ ہمیشہ بادشاہ ہونا چاہیئے اصوصاً مشکل ہے - آزادی کے لفظ کی لوری ہمیں گہوارہ میں دی گئی - یہ لفظ نہایت خُوبصُورت ہے - اور ہمیں ہمیشہ اُس کی قدر کرنا چاہیئے لیکن آزادی کی عِزّت محض نیم سچّائی ہے - آزادی پہلا لفظ نہیں بلکہ دُوسرا لفظ ہے - پہلا لفظ فرمانبرداری ہے - خُدا نے اِنسان کو اپنی صُورت پر پیدا کیا مطلب یہ ہے کہ ہم آزادی کے لِئے پیدا ہُوئے ہیں لیکن پہلے لفظ کو نظرانداز کر چُکے ہیں - خُدا نے اِنسان کو پیدا کیا اِس لِئے خُدا ہمارا مالک ہے اگر اِنسان اِس بات کو ملحوظِ خاطر رکھ کر آزادی کے لِئے جدوجہد کرتا ہے - کہ خُدا ہمارا مالک ہے تو وہ دُرستی پر ہے - لیکن جب وہ اِس ابتدائی حقیقت

کو بھول جاتا ہے تو اُسکی آزادی ماسوا بے لگامی اور گستاخی کے اور کچھ معنی نہیں رکھتی جو بات بچے پر صادق آتی ہے وہ بالغ پر صادق آتی۔ ہم فرمانبرداری ہی سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ وہ بچہ جو پیچھے آنا نہیں سیکھتا اپنی تمام زندگی کمزور رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ میں مگن رہتا ہے۔ اور اپنی ہوا و حوس و خواہشات کا غلام رہتا ہے جو شخص اِس بات کا خیال رکھنے کے بغیر ہی لفظ آزادی کو جپتا رہتا ہے کہ خُدا ہمارا مالک ہے جس کی تابعداری اِنسان کو بلا حیل وحجت کرنا لازم ہے وہ ایک بگڑے ہُوئے کمزور اَور بیوقوف بچے کی مانند ہے۔ ہماری زبان میں سب سے ضروری اِلفاظ "اَے مالک" ایسے ہیں جو اکثر بغیر سوچ و بچار کے اِستعمال کئیے جاتے ہیں۔ خُدا کا خوف دانائی کا شروع ہے یہی ایک محفُوظ گھر کی بُنیاد ہے اور اگر بُنیاد کمزور ہو تو گھر کے گر جانے کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے۔ اچھی سے اچھی لپائی مضبُوط بُنیاد کی بدل نہیں ہو سکتی +

خُدا جو سب کا خالق ہے بادشاہ ہونا چاہتا ہے۔ وہ ہم پر حکمران ہونا چاہتا ہے۔ لیکن وہ ستمگر ہونا نہیں چاہتا۔ وہ جو کُچھ چاہے ہمارے ساتھ کر سکتا ہے۔ وہ ہمیں اَیسا بناتا کہ ہم گُناہ نہ کرتے ہم محض اُس مشین کی مانند ہوتے جو صرف وہ کام کرتی ہے جسکے واسطے بنائی گئی ہے۔ اور اور کُچھ نہیں کر سکتی +

تاہم خُدا یہ نہیں چاہتا! خُدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم مشین کی مانند ہوں وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں مجبُوراً اس کی مرضی پُوری کرنی پڑے بلکہ خُدا چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنی فعل مُختاری سے اُس کی مرضی پُوری کریں اور یہی حقیقی فرمانبرداری ہے کیونکہ وہ جو خُوشی سے خُدا کی مرضی کو پُورا کرتا ہے حقیقت میں فرمانبردار ہے۔

دیگر ہر طرح کی فرمانبرداری محض بہانہ ہوگی - کیونکہ وہ دِل سے نہیں - خُدا چاہتا ہے - کہ ہم کمال محبّت اور عزّت کے ساتھ دِل سے اُس کا حُکم مانیں اور وہ ایسا ہی بادشاہ بننا چاہتا ہے - اِسی مقصد کے لِئے اُس نے یِسُوع مسیح کو بھیجا اور اِسی وجہ سے اُس نے ہمیں انجیل بخشی - انجیل خُدا کی بادشاہت کی خُوشخبری ہے شاید زیادہ موزوں کہنا یہ ہوگا کہ انجیل خُدا کی بادشاہی کی خوشخبری ہے +

خُدا کون ہے اور وہ خدا کہاں ہے ؟ لوگ کہتے ہیں کہ خُدا آسمان پر ہے - اور آسمان بہُت دُور ہے - خُدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اُسے کوئی جان نہیں سکتا اِس واسطے اُس کی فرمانبرداری مُشکل ہے - اِس میں کوئی شک نہیں کہ خُدا کے اِس بڑے گھر میں یعنی اِس دُنیا میں جِس میں ہم رہتے ہیں مالک خُدا کے جِس نے اِس کو بنایا بہُت سے ظہور پائے جاتے ہیں - لیکن ہم اُسے، اُس بادشاہ کو اِس گھر میں کبھی نہیں دیکھتے - لیکن ہم تو اُسے دیکھنا چاہتے - نہ محض اُس کے کاموں کو بلکہ اُسے اور صرف اُسی کو - پُرانے عہد نامہ کے انبیاء اس شاہی مالک کے متعلق پیغام لائے تو سہی لیکن وہ تو پیغمبر تھے جِنہیں بادشاہ نے اپنی مرضی کہنے کے لِئے بھیجا تھا - اور اُن کو کچھ مزید بھی کہنے کی اِجازت تھی - اُنہوں نے اعلان کیا کہ وہ خُود جلد آرہا ہے - اور جب وہ آئیگا تو اپنے لوگوں سے دُور نہیں رہیگا بلکہ اُن کے درمیان سکُونت کریگا - وہ آتا ہے - وہ آتا ہے - وہ خُود آتا ہے - وہ یہ کہہ سکتے تھے کیونکہ اُنہوں نے اُسے آتے دیکھا - وہ جِس میں اندیکھے خُدا نے اپنے آپ کو ظاہر کیا جس میں وہ دُور افتادہ اور سمجھ سے باہر خُدا اب نزدیک ہوگیا اور اُس کا اِدراک مُمکن ہوگیا - تو بھی اُنہوں نے اُسے زمین پر دیکھا بلکہ اُس نوکر کی مانند جو بادشاہ کی آمد کی اِطلاع دیتا ہے اُنہوں نے پردہ کو ایک طرف کرکے کہا "دیکھو یہ ہے" یُوحنا بپتسمہ دینے والے نے جو آخری نبی

تھا مالک کے آنے کی خبر دی" مالک یہ ہے- وہ آگیا ہے- یہ وہی ہے" یہ ہمارا خداوند یسوع مسیح ہے- پس خدا کی بادشاہی اُسکے ساتھ شروع ہوتی ہے- خدا کی حکومت کا عہد شروع ہوتا ہے" اپنے گھر آیا" یسوع مسیح کے وسیلے خدا کی مرضی، خدا کے بھید اور خدا کے احساسات، اور خدا کے پوشیدہ نیک ارادے ظاہر ہوئے خدا آدم کی شکل میں آدمیوں کے پاس اس لئے آیا تاکہ وہ اُس کو سمجھ سکیں- خدا جو آسمان پر ہے- وہ ہم سے اِتنا دُور ہے- وہ اسقدر دُھندلا اور لامحدُود ہے- کہ اُسکا ہمارے ساتھ کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا اِس بات سے کہ خدا آسمان پر ہے ہمیں کیا فکر- لیکن زمین پر خدا کا اِدراک قدرے ضروری ہے- کیونکہ اِسی سے خدا کی مرضی ایسی قریب- یقینی اور عیاں ہو جاتی ہے جیسے اُس شخص کی مرضی جس کو ہم روز مِلتے ہیں- یہودیوں نے اس دماغی بُرہان کو محسوس کیا چنانچہ وہ اُسکے ساتھ قطع تعلقی دِکھانا چاہتے تھے- اُنہوں نے اُسے مصلُوب کیا عین اُسی طرح واقعہ ہُوا جیساکہ خداوند مسیح نے انگوری باغ کی تمثیل میں پیشینگوئی کی تھی (متی ۲۱ باب) ٹھیکیداروں کے دِل میں مالک بننے کی خواہش ہُوئی پس اُنہوں نے اُن ایلچیوں کو مار دیا جو ٹھیکہ وصُول کرنے آئے اُنہوں نے مالک کے بیٹے کو جو اپنے باپ کی جائیداد کو دوبارہ حاصِل کرنے آیا تھا مار ڈالا۔

ایسا ہی ہم کرتے ہیں- ہم اپنے مالک آپ ہونا چاہتے ہیں" وہ اپنے گھر آیا اور اُسکے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا" مسیح آچکا ہے- لیکن ہم اُسے اپنا بادشاہ قبُول کرنے کو تیار نہیں ہم "آزاد" رہنا چاہتے ہیں لیکن اُسکا مطلب یہ ہے- کہ ہم بدی کے غُلام رہنا چاہتے ہیں- کیونکہ اگر مسیح خداوند ہمارے دِلوں پر بادشاہی نہیں کرتے تو کوئی اَور تو کرتا ہے- بُری خواہشات- لالچ - حرص

عزت کی خواہش - اختیار کی خواہش - خود ستائی - شاید کوئی کہے کہ اِن چیزوں سے آزادی ملتی ہے - لیکن حقیقت میں یہی چیزیں غلامی ہیں - اور اُن کے نتائج سے ہی غلامی ظاہر ہو سکتی ہے - کیونکہ اِس سے ناشاد ہو کہ ہم دُوسروں کے لئے باعث غم بن جاتے ہیں وہ آدمی جو اِس طرح غلام بن جاتے ہیں - وہ اِنسان کہلانے کے لائق نہیں رہتے اور سماج میں اُن کی بُرائی کے باعث ایک اِنسان دُوسرے کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوتا ہے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو ہمیں کلی اِطمینان حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی دُوسروں کے ساتھ - کیونکہ خُدا نے کہا ہے کہ اگر اِنسان اپنے خالق کی فرمانبرداری میں نہ رہے تو وہ ہمیشہ تک ناشاد بے چین اور غلام ہو جائیگا " لیکن جنہوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنہیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا " خُدا کا شکر ہو کہ ٹھیکیداروں کی کہانی کے دُہرانے کی ضرورت نہیں یہ ہو سکتا ہے - کہ کوئی شخص یسُوع کو اپنا بادشاہ قبول کرے یہی ایمان ہے - ایمان بائبل یا خُدا کے متعلق اپنی خُود ساختہ آرا سے نہیں بنتا - نہ ہی دُوسرے لوگوں کی آرا کو قبول کرنے سے بنتا ہے - ایمان کا مطلب یہ ہے - کہ ہم یسُوع کو بادشاہ تسلیم کریں اور اُس کا حُکم بجا لائیں - مسیحی کلیسیا کا سب سے پرانا عقیدہ یہی ہے یسُوع خُدا ہے - البتہ یہ اِقرار شاید محض الفاظ ہی ہوں یا شاید محض سطحی رائے ہو - لیکن اِس صُورت میں یہ صرف جھُوٹ ہے کیونکہ " میرے خُداوند " کا مطلب ہے " وہ جسکا مَیں حُکم بجا لاتا ہُوں فرمانبرداری ہی ایمان ہے اور مسیحی زندگی ایک طرح کی فوجی خدمت ہے - اور مسیحی لوگ خُداوند یسُوع مسیح کے حُکم کے ماتحت کُوچ کرتے ہیں - تاہم فوجی حُکم سے کُچھ فرق اِ حُکم کا مطلب اُسی کی مرضی ہے جس نے اپنے آپ کو مصلُوب ہونے کے لئے حوالے کر دیا - تاکہ ہم فرمانبرداری اور اپنے پڑوسی کی خدمت میں قُربانی کا مطلب سیکھیں +

۱۸- درمیانی

ہمارے جرم میں بدی اپنی طاقت کو ظاہر کرتی ہے۔ غلطی کر کے ہم اپنی غلطی کا ازالہ نہیں کر سکتے اب سے لیکر ہمارا اُس پر کوئی اختیار نہیں اب ہماری بدی زمانہ ماضی کی بات ہے۔ اب وہ ازلی جہان میں مرقوم ہے۔ جس طرح موٹر کار میں سفر کرتے وقت وہ تمام فاصلہ جو موٹر طے کرتی ہے خود بخود رفتار نما میں "لکھا" جاتا ہے۔ اسی طرح ہر کام جو ہم کرتے ہیں ازلیت میں "لکھا جاتا ہے" تاکہ روزِ عدالت میں اسکا حساب ہو۔ جُونہی کوئی کام ہو جاتا ہے۔ اور اس اندراج کو کوئی توبہ ذرا بھر بھی تبدیل نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ قائم رہتا ہے۔ تاکہ ہم پر شہادت دے "مجرم"

ازلیت میں اس رجسٹر کی ایک اور ناخوشگوار خاصیت ہے۔ اس میں نہ صرف وہ بات درج ہوتی ہے جو لوگ مجھ میں دیکھتے ہیں بلکہ وہ بھی جو خُدا مجھ میں دیکھتا ہے۔ ایکس رے (لاشعاع) کی مانند جو کہ اُن اندرونی حصص کو ظاہر کر دیتا ہے جو عام حالت میں چھپے رہتے ہیں خُدا دِل پر نظر ڈالتا ہے۔ اے انسان تیرے دِل پر۔ کیا اس سے تجھے مایوسی نہیں ہو جاتی "کیونکہ تیری نظر میں کوئی آدمی راستباز نہیں ٹھہر سکتا" اس بات سے دھوکا نہ کھانا اس رجسٹر پر ہمارا فتوےٰ موت لکھا ہُوا ہے۔ جب خُدا حساب لے۔ تو اس بیان کے سوا اور کیا بیان ہوگا" بیوفا! بیوفا۔ مردُود"

ہماری ضمیر ہمیں یہی بتاتی ہے۔ اِن دِنوں ضمیر کم سختی سے کام کرتی نظر آتی ہے۔ ہمارے زمانہ میں کس کو جہنّم کا یا کھوئے جانے کا ڈر ہے۔ نانی امّاں

کے قصے! ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کس طرح حساب کتاب رکھنا چاہیئے تاکہ ہمیں ڈر نہ رہے۔ لیکن ضمیر کے ساتھ ایسا کرنا حقیقت میں فائدہ مند نہیں۔ ازلیت میں رجسٹر اب بھی وُہی فیصلہ دے رہا ہے "کھویا گیا"۔ ضمیر ہمیں اب بھی پوشیدہ طور پر مُطلع کر رہی ہے "تُو نے خُدا کی مرضی کے ساتھ دِل لگی کی تو اُس کی عدالت کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک آدمی پوشیدگی میں ہی محسوس کرتا ہے کوئی ایسا نہیں جسے خُدا کا ڈر نہ ہو یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو خُدا کے مُنکر ہیں اور جنکے لیئے خُدا پر ایمان محض تمسخر ہے ڈرتے ہیں سطح کے نیچے رُوح کی گہرائیوں میں خُدا کا ڈر مَوجُود ہے۔ اور یہی ڈر کھوئے جانے کا ہے ہماری ضمیر ہمیں بتاتی ہے۔ جیسا کہ پولُوس رسُول نے بیان کیا "دستاویز ہمارے خلاف"۔ کُلسیوں ۲: ۱۴ لفظ جرم کے بھی معنی ہیں +

اسکے متعلق خُدا کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے؟۔ کہ ہماری اندرونی آواز درست کہتی ہے۔ وہ ضمیر جو ہمیں ملامت کرتی ہے۔ جھُوٹ نہیں بولتی وہ میٹر جس پر موٹر کے میلوں کی طرح جرم لِکھے جاتے ہیں وہ خُدا کی آواز ہے۔ ہم بیان کر چُکے ہیں کہ ضمیر وہ کہتی ہے جو کہ خُدا دیکھتا اور کہتا ہے۔ خُدا کی صدرِ عدالت میں ہمارے خِلاف موت کی سزا کا حُکم تیار ہو چُکا ہے +

"ہاں لیکن"، کیا آپ کا کوئی حق ہے کہ آپ یہ کہہ سکیں "ہاں لیکن"۔ کیا ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ خُدا اِسقدر سختی نہ کرے اور جیسا کہ کہاوت ہے "شاید ہمارے حق میں کوئی نقطہ پیش کرے"۔ یہ فیصلہ ہو چُکا ہے" ہمارے خلاف دستاویز" اور اس پر خُدا کے دستخط بھی ہو چکے ہیں لیکن .... یسُوع مسیح مصلُوب نے تُمہارے تمام قصُور مُعاف کر دِیئے ہیں اور اِس طرح "حُکموں کی وہ دستاویز مٹا ڈالی جو ہمارے نام پر اور ہمارے خلاف تھی اور اُس کو صلیب پر کیلوں سے جڑ کر سامنے سے ہٹا

دیا۔ ایسا نہیں گویا کہ موت کا حکم بے معنی ہے۔ مندرج کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نقطۂ نگاہ سے بھی کھوئے ہُوئے ہیں۔ اور قصوروار ہیں بعینہٖ یہی خُدا اپنے بیٹے کی صلیب کے ذریعے ہم پر واضع کرنا چاہتا ہے۔ خُدا بدی سے چشم پوشی نہیں کریگا۔ وہ ہمارے قصُوروں پر غور کرتا ہے۔ وہ اِس بات کو غیر ضروری نہیں سمجھتا وہ دستاویز کو نہ تو پھاڑ سکتا ہے۔ اور نہ ہی پھاڑیگا بیشک وہ ایسا کر سکتا تھا لیکن وہ ہماری خاطر ایسا کریگا نہیں کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا تو ہم قصُوروں کو معمُولی بات سمجھتے اور خُدا ہمیں یہ دِکھانا چاہتا ہے۔ کہ جو کچھ دستاویز میں تحریر ہے وہ دُرست ہے۔ وہ عدالت کریگا لیکن .... اِس کے باوجُود اِسکی مُعاف کرنے والی پدرانہ مُحبّت قائم ہے +

وہ اس دستاویز کو جو ہمارے خلاف گواہی دیتی ہے مِٹائیگا نہیں بلکہ اُس کی طاقت کو اپنی اعلےٰ طاقت سے زائل کر دیگا اُس نے اُسے صلیب پر کیلوں سے جڑ دِیا ہے۔ تاکہ ہم اپنے بڑے جُرم اور اُسکے اُس سے بڑے رحم کو پہچانیں تاکہ ہم اُس کی مُبارک مرضی کی اہمیت اور اُس کی پدرانہ شفقت کی اِس سے بڑی اہمیت کو محسوس کریں یہی خُداوند یسُوع مسیح کا پیغام ہے جو درمیانی ہے +

فرض کیجئے کہ کوئی سپاہی اپنے مالک کے کھلیان کو آگ لگا دے یقیناً اُسے اپنا سب کچھ دے کر نقصان کی تلافی کرنا ہوگا۔ مالک اُسکا سب کچھ مثلاً جُوتے۔ کپڑے روپیہ لیکر کہہ سکتا ہے " یہ تمام چیزیں اِس نقصان کا بدل نہیں جو میرے نوکر نے میرا کیا ہے۔ اور اب اِس شریر کو میری نظروں سے دُور کر دو" لیکن مالک نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ اپنے بے وفا نوکر کو کہتا ہے۔ یہ تمام نقصان مَیں اپنے اُوپر لے لیتا ہُوں مَیں ہر چیز کی قیمت ادا کرونگا

تب نوکر حیرانگی میں اپنی آنکھیں کھولتا ہے۔ کیونکہ اُسے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا اچھا مالک ہے۔

خُدا نے یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمارے ساتھ ایساہی سلوک کیا۔ اُس نے ہماری تمام خطاؤں کو اپنے اُوپر لے لیا ہے۔ اس نے ہمارے بدلے خود گناہ کی لعنت برداشت کی ہے۔ یسوع صلیب پر چڑھا کیونکہ انسان بغیر اس کے خدا کی حضوری کی برداشت نہ کر سکتا۔ اپنے آپ کو صلیب کے حوالہ کر کے یسوع نے خدا کو ہمارے نزدیک تر کر دیا بلکہ انسان پر ظاہر کر دیا کہ انسان اور خُدا کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ وہ دستاویز جو ہمارے خلاف شہادت دیتا ہے صلیب میں نمودار ہے ہر ایک اُس کو پڑھ سکتا ہے۔ یہی ہمارا فتوئے موت ہے۔ نیز یہ تباہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسکے باوجود بھی خُدا آپ کو پیار کرتا ہے۔ خُدا کے بیٹے کو حقیقت میں اِس قصاب خانہ کے بیچ میں سے ہو کر گزرنا پڑا تاکہ وہ ہمارے نزدیک ہو جائے یہ اس واسطے ضرور تھا تاکہ ہم لوگ خُدا کو اور اپنے آپ کو پہچانیں اور جانیں کہ وہ محبت ہے اور ہم اُسکے منکر ہیں اگر گلگتہ پر صلیب نہ ہوتی تو ہم اپنی حالت کو اور خدا کی بے پایاں محبت کو کیونکر جان سکتے گلگتہ پر ہی خُدا اور انسان دونوں اکٹھے دیکھے جا سکتے ہیں وہاں پر انسانی دُکھ اور ہلاکت خدا کی حضوری اور بے بیان محبت نظر آتی ہے۔ یسوع صلیب پر چڑھ کر خدا اور انسان کو ظاہر کر دیتا ہے اور یہ کام کر کے وہ بڑی سے بڑی مُمکن بات کر دیتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ انسان کو خُدا سے ملا دیتا ہے۔

اس نے اپنے خُون کے ذریعے کفارہ کو مُکمل کر دیا ہے۔ جس طرح ایک ماں اپنے کھوئے ہُوئے بچے کے پیچھے جاتی ہے۔ اور وُہی مُصیبتیں اور شرم برداشت کرتی ہے جو بچہ کر رہا ہو بعینۂ خُدا یسوع مسیح میں ظاہر ہو کر ہمارے درمیان

آیا تاکہ سراسر ہمارے ساتھ رہے یہی یشوع مصلوب موعودہ عمانوایل یعنی "خُدا ہمارے ساتھ ہے" اور دُنیا میں صرف ایک جگہ گلگتہ ہی ہے۔ جہاں ہم الٰہی محبّت کے بھید کو جان سکتے ہیں کَون؟ ہم اگر مَیں کہوں کہ "آپ" تو اَور بھی موزوں ہوگا اگر آپ خُدا کو اِجازت دیں تو آپ کو نام بنام پکار کر کہیگا کہ سب کچھ اِس واسطے کیا گیا کیونکہ آپ کو اِس کی ضرورت ہے۔ اور کہ خُدا آپ کو پیار کرتا ہے +

۱۹- رُوحُ القُدس

بہت سے اشخاص اکثر بائبل کھول کر چند صفحے اُلٹتے ہیں اور کِسی کِسی جگہ سے پڑھ کر یہ کہہ دیتے ہیں اِس میں میرے لِئے کچھ نہیں اور اُٹھا کر اِسے ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ شاید اُسکے چند سال بعد جب اُس کی زِندگی میں کچھ واقعہ ہو چُکتا ہے۔ تو وہ اُسی حوالہ کو دوبارہ پڑھتا ہے۔ لیکن اِس مرتبہ بائبل کا ہر لفظ گویا اُسکے دِل پر خُدا کے ہتھوڑے کا کام کرتا ہے اِس فرق کی وجہ کیا ہے؟ اسے دو طرح سے بیان کِیا جا سکتا ہے۔ خُدا کے نُقطۂ نِگاہ سے اور اِنسانی نقطۂ نِگاہ سے۔ اِنسانی نقطۂ نظر سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُس قرمز بیچنے والی عورت کی طرح خُدا نے اُسکے دِل کو کھول دیا ہے۔ (اعمال ۱۶) یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خُدا کا رُوح بائبل کے ذریعے اِس سے ہم کلام ہُوا +

جب تک خُدا کا رُوح ہمارے دِلوں کو کھول نہیں دیتا ہم حقیقت میں بائبل

کو نہیں سمجھ سکتے۔ کتاب ہمیں دلچسپ۔ سبق آموز اثر کرنے والی اور خوبصورت معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن اس غرض کے لئے کہ بائبل ہمارے دِل پر اثر کرے ایسا کہ ہم جانیں کہ خُدا ہمارے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ وہ خُود شخصی طور پر مجھ سے! صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب خُدا کا رُوح اِس کام میں ہماری معاونت کرے یہی حال سبت کے وعظ کا ہے۔ ہم رُوحُ القُدس کے بغیر عمدہ وعظ سُن سکتے ہیں۔ لیکن کبھی اِس صُورت میں ہم وعظ میں خُدا کی آواز کو نہیں سُنتے۔ رُوحُ القُدس کے ذریعے ایک معمُولی آدمی گلی میں یا گھر پر خُدا کے کلام کو ہمارے سامنے پیش کر سکتا ہے +

خُدا نے محض پچھلے زمانہ ہی میں اپنے انبیاء اور رسُولوں کے ذریعے کلام نہیں کیا وہ آج بھی کلام کرتا ہے۔ لیکن ہر وہ بات جو رُوح کے پیغام کے بھیس میں آتی ہے حقیقت میں رُوح کا کلام نہیں ہوتی ہمارے پاس کوئی پیمایش ہونی چاہیئے۔ جس سے ہم معلُوم کر سکیں کہ آیا فلاں کلام رُوح کا کلام ہے یا نہیں یہ پیمایش بائبل ہی ہے۔ جو کہ رُوحُ القُدس کا اصل کلام اور دستاویز ہے۔ یہی صحیح پیمانہ ہے جس پر خُدا کے کلام کو ناپا جا سکتا ہے۔ جو کلام اِس کے مُطابق نہیں وہ خُدا کا کلام ہی نہیں +

رُوحُ القُدس صرف کلام ہی نہیں کرتا۔ جب حقیقت میں خُدا کلام کرتا ہے تو محض لفظ ہی نہیں ہوتے بلکہ ساتھ ہی کام بھی ہوتا ہے۔ خُدا کا کلام ہمیشہ خُدا کا کلام ہے۔ رُوحُ القُدس خلق کرنے والی طاقت ہے۔ یہ حیران کُن طاقت ہے۔ جب خُدا کا رُوح کسی زِندگی میں داخل ہوتا ہے۔ تو اِس زِندگی پر ہمیشہ مُعجزانہ کام ہوتا ہے۔ سب کُچھ تبدیل ہو جاتا ہے۔ رسُول کے خطوط میں خُدا کے رُوح معجزانہ کاموں کا بہت ذِکر مِلتا ہے۔ سب مُعجزانہ کاموں میں سے

اولین اور شاید سب سے ضروری کام یہ ہے۔ کہ جہاں اِنسان کا دِل پہلے بےچین دو دِلا۔ بغاوتی۔ مایوس کُن تھا بعد میں مطمعین ہو جاتا ہے۔ خُدا سے صُلح ہو جاتی ہے رسُول لکھتا ہے۔ کہ خُدا سے میل ہو جاتا ہے۔ ہم فطرتی طور پر خُدا سے برسر پیکار ہیں اور اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم اِنسان سے بھی دُشمنی رکھتے ہیں۔ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ اِس جھگڑے میں صُلح قائم کر سکیں سب سے عجیب و غریب واقعہ جو اِس زِندگی میں اِنسان کے تجربہ میں آسکتا ہے وہ یہ ہے کہ خُدا سے میل ہو جائے اور اِسکا فوری نتیجہ خُوشی ہوتا ہے۔ بہُت سے لوگوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ خُدا پر اِیمان رکھتے ہیں۔ لیکن زِندگی میں اُنکو وُہی بےچینی نصیب ہے جو کہ اُن لوگوں کو حاصِل ہے جو کُچھ بھی اِیمان نہیں رکھتے اِسطرح کی زِندگی بسر کرنا گویا اِیمان کے مفہوم کے متعلق غلط فہمی کا اظہار ہے۔ وہ شخص جس نے حقیقت میں خُدا کو پالیا ہے یہاں تک کہ خُدا نے اُس کیساتھ ہمکلام ہو کر کہا ہے۔ "تُو میرا بچّہ ہے"۔ اُسے پھر کبھی بےچینی نہیں ہو سکتی بلکہ اُس کے اندر بہت بڑی اور لاانتہا خُوشی کا چشمہ پھُوٹ نِکلا ہے یہ چشمہ زِندگی کی راکھ سے ڈھانپا جاسکتا ہے لیکن یہ خُشک نہیں ہو سکتا اِس راکھ کے باوجُود بار بار پھُوٹ نِکلتا ہے۔ اور یہی رُوح اُلقدُس کا کام ہے۔

سب سے بڑا اصل اور شاندار معجزہ مُحبّت ہے۔ دُوسرے لوگوں کی ضروریات کے متعلق باطنی احساس کا ہونا ہی مُحبّت ہے۔ جب تک ہم محبّت نہیں رکھتے غیر ہماری مُحبّت سے باہر رہتا ہے۔ وہ ہم سے بالکُل اجنبی کی طرح باہر رہتا ہے ہم اپنے ہی واسطے ہوتے ہیں اور ہمیں غیر کی ہستی کی اہمیّت اِتنی ہی ہوتی ہے۔ جِتنا اُسکے ساتھ ہمارا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ محبّت ایک ایسا معجزہ ہے جو غیر کو اجنبی نہیں رہنے دیتا۔ ہم دونوں خُدا کے لِئے پَیدا ہُوئے ہیں۔ اُسی کے لِئے یہاں ہیں اُسی

کے لئے تیار ہیں۔ ہماری آنکھیں اور کان اُسی کے لئے ہیں۔ ہمارا تمام وجُود اِسی سے کلام کرتا ہے۔ اندر آئیے۔ آپ کی آمد آمد کا شکریہ محبت یہ ہے۔ کہ مَیں اپنے پڑوسی کے لئے اپنا دروازہ کھُلا رکھوں اور یہی رُوح القُدس کا سب سے بڑا مُعجزہ ہے +

خُدا کا رُوح اِنسان کو نیا بنا دیتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو کہتے ہیں "جو کچھ قُدرت نے مُجھے بنایا ہیں وُہی ہُوں"۔ اِس سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر شخص خاص طبعیت اپنے والدین سے حاصِل کرتا ہے۔ اور اِسی ورثہ کے مُطابق اپنی زِندگی بسر کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ جِس طرح ایک سیب تبدیل ہو کر ناشپاتی نہیں بن سکتا اِسی طرح کوئی شخص اپنی طبیعت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ لیکن جس خالق نے سیب اور ناشپاتیاں بنائی ہیں۔ وہ کسی کو تبدیل بھی کر سکتا ہے۔ اور وہ کرتا بھی ہے۔ بائبل میں تبدیل ہو جانے کے متعلق بہُت کچھ ذکر آتا ہے "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلُوق ہے پُرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہو گئیں"۔ یہی رُوحُ القُدس کا مُعجزہ ہے +

نئے عہد نامہ میں رُوحُ القُدس ایک خاص مفہوم میں یسُوع کی جماعت یعنی کلیسیا کا رُوح ہے۔ کیونکہ رُوحُ القُدس رفاقت کا رُوح ہے۔ یہ افراد کو علیحدگی سے نِکال کر اُنکو "ایک بدن" بنا دیتا ہے۔ یہ تو حقیقت ہے۔ کہ ہماری کلیسیاؤں میں عموماً اِس بات کی تصدیق نہیں ہوتی ہے اور یہ اِس بات کی علامت ہے۔ کہ کِس قدر کم رُوحُ القُدس ہمارے درمیان کام کر رہا ہے۔ جس طرح آگ روشنی اور گرمی ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اِسی طرح خُدا کا رُوح اُس رفاقت سے پہچانا جاتا ہے۔ جو کہ اُس سے صادر ہوتی ہے۔ اور جس طرح آگ سے آگ لگتی ہے۔ جب کِسی زِندگی کو رُوحُ القُدس کی آگ لگ جاتی ہے تو یہ آگ پھیل کر اپنی آگ سے دُوسروں

کو آگ لگا دیتی ہے۔ [وہ آگ جو آگ نظر آتی ہے لیکن پھیلتی نہیں وہ محض چھلاوہ]
یسوع مسیح کی کلیسیا اسی طرح پھیلی اِسی طریقہ سے اصلاحِ کلیسیا کی تحریک کی آگ نے
چند سالوں میں تمام یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ رُوح اسی طرح کام کرتا ہے رُوح القدس
وہ خدا ہے جو اِس وقت کام کرتا ہے۔ وہ مخلصی دیتا ہے۔ اپنے بیٹے کے متعلق کلام
میں ہمارے پاس آتا ہے۔ یہ تینوں ایک خدا کا بھید ہے +

۲۰-بغیرِ ایمان یا مایوسی

جب ہم کسی مجوزہ تجویز کی کامیابی کے منتظر ہوتے ہیں اور وہ تجویز کامیاب نہیں
ہوتی۔ جب باوجود ہماری کوششوں کے ہمارے کام میں ترقی نظر نہیں آتی۔ جب
کسی شخص سے وابسطہ ہماری اُمیدیں بر نہیں آتیں تو ہم بے اختیار یہی فقرہ مُنہ پر
لاتے ہیں "اب مَیں بالکل مایُوس ہو چکا ہُوں"۔ خوش قسمتی سے طبیعت کی ایسی
تاریک حالتیں روز مرہ درپیش نہیں آتیں کیونکہ اگر وہ روز مرہ ہی درپیش آئیں تو
ہمیں مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑے +

البتہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکو مایُوسی کا احساس مسلسل رہتا ہے اور اگر
ہم بہ نظرِ غائر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ تعداد میں ہماری توقع سے زیادہ
ہیں ہم اکثر بے وجہ ہی مایُوس ہو جاتے ہیں۔ اور اِس حالت کا ہمیں علم بھی نہیں ہوتا
ہم اصل میں مایُوس ہوتے کیوں ہیں ؟ جب ہمارے سامنے کوئی نصب العین نہ ہو
یا جب ہمیں کسی مشکل میں سے نکلنے کی راہ نظر نہ آئے تو ہم مایوس ہو جاتے ہیں لیکن
کیا ہم کوئی نصب العین دیکھتے ہیں جو ہمیں اس مایوسی سے باہر نکال سکے ایک نشانہ

یا نصب العین تو ہمیں نظر آتا ہے۔ اور وہ موت ہے۔ ہم سب نے کوُچ کرنا ہے۔ اگر تمام چیزیں موت کے اتھاہ گڑھے میں پڑنے والی ہیں۔ اگر تمام چیزوں کا خواہ وہ خوبصورت ہوں یا بدصورت نیک ہوں یا بد۔ قیمتی ہوں یا حقیر خاتمہ ہونے والا ہے اگر موت زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ تو اِس سے بڑھ کر اَور کونسی مایوس کُن بات ہوسکتی ہے۔ اِس مشکل کا حل کیا ہوسکتا ہے۔ اِس صُورت میں تمام چیزیں فضول ہیں۔ اگر پہلی جماعت کا کوئی بچہ بڑی محنت اور جانفشانی سے کوئی تصویر کھینچے اور اُستاد اِس بچے کے ہاتھ سے تصویر لے کر پھاڑ دے اور اُسے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دے تو اُس بچے کو سوا مایوسی کے اَور کیا حاصل ہوگا۔ کیا ہم اُس چھوٹے بچے کی طرح لاچار اَور کمزور نہیں ہیں اور کیا ہمارا اُستاد موت نہیں ہے۔ کیا موت ہمارے ہاتھ کے تمام کاموں کو اور اُن چیزوں کو جو ہم نے بڑے تپاک سے تیار کی تھیں اتھاہ گڑھے میں نہیں ڈال دیتی کیا موت ہمیں مایوس نہیں کر دیتی؟

اس خیال سے کہ موت تمام چیزوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایک اَور خیال زیادہ بھیانک ہے۔ کہ اِنسان موت سے اسواسطے خائف ہے۔ کیونکہ وہ ایسی خوفناک حالت میں ہے کہ وہ موت کے بعد کے واقعات سے خائف ہوکر اُمید کرتا ہے۔ کہ موت تمام چیزوں کا خاتمہ ہے۔ جب کسی شخص کی ضمیر اُسے یہاں تک ملامت کرتی ہے۔ کہ وہ سوچنا شروع کرتا ہے۔ مجھے اپنے کیئے کی سزا بھگتنی پڑیگی وہ دِن آنے والا ہے۔ جبکہ ہر ایک کا کام روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا یہ ایک ناگریز عدالت ہے جب کوئی شخص اِسقدر مایوس ہو چکتا ہے کہ اِس مایوسی کا عِلاج محض موت ہی نظر آئے موت سے ہمارا مطلب آخرت ہے۔ تو اِس حالت سے نِکلنے کا صِرف یہی عِلاج نظر آتا ہے اور یہی اُس کی تمنّا ہو جاتی ہے۔ خواہ ہم اِنسان کی اِس حالت کو دوزخ کہیں یا نہ کہیں یہ بات بڑی اہمیت نہیں رکھتی۔ نام میں کوئی

اہمیت نہیں- بہرحال یہ خیال مایوسی پیدا کر دیتا ہے- ایسا خیال کبھی کسے آیا ہے؟ کیا آپ اپنی زندگی اِس طریقہ سے گزار رہے ہیں کہ آپ پورے وثوق سے کہہ سکیں کہ آپ کا یہ حشر نہ ہوگا- کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ آپ کا یہ منزلِ مقصود نہیں- یہی بے بیان دلگیری ہے- موت اور جہنم کی اُمید کسی کو مایوس کرنے کے لئے کافی ہے- اب کون ہے یا کونسی چیز ہے جو ہمیں اِس مایوسی سے بچا سکے؟ کوئی بھی نہیں کیونکہ نہ کوئی شخص نہ کوئی چیز ایسی ہے- جو موت کو ٹال سکے اور نہ ہی کوئی میرے جرم کو مجھ سے ہٹا سکتا ہے- زندگی کی تمام خوبصورت دلکش اور طاقتور چیزیں اِس مایوسی پر غالب نہیں آسکتیں دوزخ کے خوف اور موت پر کون حاوی ہے آپ مصمم ارادہ کر سکتے ہیں کہ ہیں آئندہ اِسکے متعلق نہیں سوچونگا ہیں اپنی رُوح پر سے پردہ کو نہیں ہٹاؤنگا اِس بات کو بھول جانے کے لئے آپ کام ہیں مشغول ہو سکتے ہیں- آپ متوالے ہوکر اپنے غم کو غلط کر سکتے ہیں- آپ اپنے دوستوں کی صحبت ہیں داخل ہوکر خوش گیتیوں سے اِن مایوس کُن آوازوں کے سُننے سے بچے رہ سکتے ہیں- لیکن اِس سے کیا حاصل؟ جب بچے کھیلتے وقت اپنے ہاتھوں کو چشمہ کے مُنہ پر رکھ کر پانی کو بند کرنا چاہتے ہیں- تو وہ پانی اُنکی اُنگلیوں کے نیچے سے بڑے زور سے نکلنا شروع کرتا ہے بعینہ یہی حال اُن لوگوں کا- جو مُصمم ارادہ سے کہہ دیتے ہیں- کہ ہم اِسکے متعلق نہیں سوچینگے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے- کہ ہم بیمار پڑ جاتے ہیں ہم بے چین رہتے ہیں- بے آرامی کی نیند سوتے ہیں اور ایسی خواہشات کو ڈھونڈ نکالتے ہیں جو پہلے نامعلوم تھیں غرض یہ کہ ہماری مایوسی تباہ کُن رُوح کی طرح ہماری شخصیت کے گہرے اور تاریک کونوں ہیں اثر انداز ہوتی ہے- اپنی مایوسی کے خیالات کو دِل ہیں جگہ نہ دینے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے مایوسی کا علاج کر

لیا ہے۔ ہم کیونکر اِس چیز کے ساتھ سمجھوتہ کر سکتے ہیں؟

صرف ایک لفظ ایسا ہے۔ جو کہ ہماری مایوسی پر فتح پانے پر قادر ہے۔ اور وہ لفظ اِیمان ہے۔ یا تو ہم مایوس ہونگے یا اِیمان رکھینگے۔ صرف اِیمان ہی مایوسی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ اِس کا اَور کوئی بدل نہیں زِندگی میں سب سے بڑا چناو یہی ہے۔ یا اِیمان رکھو یا مایوسی کا شکار ہو۔ اِس سے مُراد یہ ہے۔ کہ یا تو سب کچھ دُرست ہو جائیگا یا خرابی ہی خرابی ہوگی۔ یا تو ہماری آخرت موت اَور جہنم ہوگا یا خُدا ہوگا۔ اِیمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام اشیا کا خاتمہ خُدا میں ہے۔ "موت فتح کا لُقمہ ہوگئی" "اَے موت تیری فتح کہاں رہی۔ اَے موت تیرا ڈنگ کہاں رہا" "خُدا کا شُکر ہے جو ہم کو فتح بخشتا ہے۔ یہ اِقرار اِیمان کا ہی کام ہے۔ جس شخص کا اِیمان خُدا پر ہے صرف وُہی مایوسی پر فتح حاصِل کر سکتا ہے۔ کون اِس طرح کہہ سکتا ہے؟ "جس نے ہمیں فتح بخشی ہے" کون کہہ سکتا ہے کہ ہمیں فتح حاصِل ہو چکی ہے؟ ہمارے لِئے موت اور جہنّم پر فتح حاصِل ہو چکی ہے کِس نے یہ شاندار لفظ بولا اور وہ کیسے بول سکتا ہے بقیہ اقتباس پر غور کریں "خُدا کا شُکر ہے۔ جو ہمارے خُداوند یسوؔع مسیح کے وسیلے سے ہمیں فتح بخشتا ہے"۔ یہی فتح ہے۔ یسُوع مسیح خُدا کا کلام یہی وہ کلمہ ہے جس سے خُدا نے موت اَور جہنم کی اِس طاقت کو تباہ کر دیا جو ہمیں مایوس کر دیتی ہے۔ خُداوند مسیح نے اِیمان لانے والوں کے لِئے موت کی خلیج کو پُر کر دیا ہے اور جہنّم کے شعلوں کو بُجھا دیا ہے "کیونکہ جو کوئی اِیمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زِندہ رہیگا" "کیونکہ مجھ کو یقین ہے" "کہ خُدا کی محبّت ہمارے خُداوند یسُوع مسیح میں ہے۔ اِس سے ہمکو نہ موت جُدا کر سکیگی نہ زِندگی نہ حکومتیں .... (یعنی کوئی چیز نہیں"۔

پس ہمیں ہر وقت مسیح یسُوع کو تکتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ فتح ہے۔ اور

اِس میں خُدا ہمارے جُرموں کو مُعاف کرتا ہے۔ اور خُدا نے اِسی میں ہمیں ہمیشہ کی زِندگی کا وعدہ کیا ہے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم یسوع کو خُدا کا کلام مانکر سُنیں اور اُسے خُدا کی فتح جان کر دیکھیں صرف اِسی سے مایوسی کا خاتمہ ہوگا +

۲۱- ایمان ہی سے

"اِیمان ہی سے" اصلاحِ دین کا نعرۂ جنگ تھا۔ کیا آج بھی اسکی ویسی ہی اہمیت ہے یا کیا ہونی چاہیئے؟ نیز کیا یہ نعرہ خطرناک یا جھوٹا نعرہ نہیں ہے؟ کیا یہ نعرہ ایک مَصنوعی جنگ کی تیاری نہیں ہے؟ کیا اسی سے مسیحیوں کے دلوں میں یہ غلط خیال پیدا نہیں ہُوا کہ اِس کا انحصار صرف مسیحیوں کے اِیمان کی دُرستی پر ہے؟ کیا یہ زِندگی کی دُرستی کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے۔ اگر ایمان کا یہی مطلب ہے اگر اِیمان کا مطلب محض تعلیم کے چند اصُولوں کو قبُول کرنا ہی ہے۔ اگر بائبل کی تحرِیر کو دُرست جان کر قبُول کرنے ہی کا نام اِیمان ہے۔ تو مَیں سمجھتا ہُوں کہ مسیحیت میں اِس سے زیادہ مُہلک غلطی اَور کوئی نہیں ہو سکتی کہ ہم کہیں "ایمان ہی سے"۔ تب ایمان جو ایک نظریہ ہے ایک عالمگیر نظریہ ہے جو دُوسرے خیالات یا نظریوں کے پہلو بہ پہلو ایک نکتہ نظر آتا ہے۔ لیکن کوئی خیال یا کوئی عالمگیر نظریہ خواہ وہ مسیحی نظریہ ہی کیوں نہ ہو لازمی نہیں ہو سکتا۔ خُدا کو ہمارے خیالات یا نظریہ کی کیا پرواہ ہے۔ خُدا کو اِس بات کی کیا پرواہ کہ ہمارا نظریہ عالمگیر مسیحی نظریہ ہے یا کوئی دُوسرا۔ اُس ناظر کا بھی نظریہ ہے جو تمام زِندگی پر سرسری نظر ڈالتا ہے کیونکہ وہ جنگ میں حِصّہ نہیں لیتا۔ خُدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم محض ناظرین ہی ہوں

بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہم لڑیں ہم اس لفظ ایمان کے اُس مفہوم کو جس میں مصلح اور رسولوں نے اُسے استعمال کیا اُسی وقت سمجھ سکتے ہیں جبکہ ہم میدانِ کارزار میں اُس جگہ لڑ رہے ہوں جہاں گھمسان کی جنگ ہو" آپ کا اعتقاد کیا ہے"؟ حقیقی معنی یہ ہیں کہ آپ کا بھروسہ کس پر ہے" آپ کس کو حلفِ وفاداری دے چکے ہیں؟ یا اِس کا مطلب وُہی ہے - جو اِس فقرہ کا تھا جو بچپن میں کسی نے ہم سے مخاطب ہو کر بولا کہ "آپ کس کے بچے ہیں"؟ کہ میں سراسر خُدا کا ہُوں جیسا ہائیڈل برگ سوال و جواب میں ایسی خوبصورتی سے مذکور ہے "میں جسم اور رُوح سے زندگی اور موت میں اپنا نہیں ہُوں - بلکہ میں اپنے وفادار منجی خُداوند یسُوع مسیح کا ہُوں .... جو مجھے رضامند کرتی ہے کہ میں آئندہ اُس کا ہو کر رہُوں +

جیسے ایمان کو نظریہ یا کسی تعلیم کی قبولیت سے اُلجھانا غلطی ہے اِسی طرح یہ بھی غلطی ہے - کہ ایمان کو محض خُدا پر دُھندلا سا بھروسہ سمجھا جائے - ایسا ایمان تو راستباز بُت پرستوں کا بھی ہے - تب ہمیں بائبل کی کیا ضرورت ہے ہم کیوں یسُوع مسیح کے ذریعے خُدا کے مکاشفہ اُسکی صلیب اور اُسکے جی اُٹھنے کو مانیں - اِسکا انحصار یقیناً حقیقی خُدا کو ماننے پر ہے نہ کہ کسی وہمی خُدا کے ماننے پر ہے - اِسکا انحصار اِس بات پر ہے - کہ ہم اپنے آپ کو اس خُدا کے حوالہ کر دیں جس نے اپنے آپ کو یسُوع مسیح کے سوا کسی اور میں ظاہر نہیں کیا - اُس خُدا کے حوالے جو حقیقی اور سچا خُدا ہے - نہ کہ ہمارے تخیلات کا ماحصل ہے - اگر کوئی لفظ "ایمان" کو اہمیت دے اور اسکو اُن معانی میں لے جن میں کہ بائبل میں آتا ہے - تو کوئی آدمی کسی اور خُدا کو نہیں مان سکتا سوائے اُس خُدا کے جس نے اپنے آپ کو یسُوع مسیح کے ذریعے ہم پر ظاہر کیا جس نے ہمیں اپنے پاس آنے کی دعوت دی ہے - کوئی شخص اُسی وقت حقیقت میں خُدا کو مانتا ہے جبکہ وہ "ایمان ہی سے" جان لیتا ہے - اور

راستباز بُت پرست اِس بات کو بالکُل نہیں سمجھ سکتے - صرف بائبل ہی اس بات کا ذکر کرتی ہے "- اِیمان ہی سے" اس کی کیا وجہ ہے؟

زمانۂ قدیم اور زمانۂ جدید کے راستباز بُت پرست دُعا کے ذریعے - نیک اعمال کے ذریعے - جسم کو تکلیف دینے اور پاک زندگی کے ذریعے خُود خُدا کے پاس جانا چاہتے ہیں - اُن کا خیال ہے کہ اگر وہ اِس راستباز زِندگی کے متعلق جانفشانی کریں تو وہ خُدا کے وفادار ہیں - اور وہ اُنکو قبُول کریگا - تمام راستباز بُت پرست یہانتک کہ تمام " راستباز مسیحی بُت پرستی " ایسی راستبازی ہے جو اعمال سے حاصِل ہوتی ہے - یعنی اعمال پر بھروسہ رکھنے سے - لیکن اِس کے مقابلہ میں بائبل یہ کہتی ہے - کہ کوئی نیک نہیں - اگر آپ یہ اِختیار کرتے ہیں تو دو ممکنات ہیں - یا تو آپ اِس بات کو بھول کر کہ آپ گُنہگار ہیں اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں - اور آپ خُدا کے مطالبات اور متوسط درجہ کی راستبازی کے معیار کو اُلجھا کر اپنے آپ کو تسلّی دے لیتے ہیں اور یا آپ خُدا کی مرضی کو سامنے رکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں - کیونکہ آپ محسوس کرتے ہیں - کہ آپ اُس مرضی کے سامنے کبھی راستباز نہیں ٹھہر سکتے عُموماً ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹی خود اعتمادی اور مایوسی باری باری اِنسان کو پیش آتی ہے - یہی بُت پرستوں کا مذہب ہے - لیکن بائبل میں مذکور ہے - کہ تُم خُدا کو خوش نہیں کر سکتے تاہم خُدا اپنے آپ کو اور آپ کو خُوش کرتا ہے - آپ کو اپنے کِئے پر اعتماد نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ صرف اُس پر جو خُدا کرتا ہے ہم اِس سے بھی زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں - کہ آپ لفظ خُدا کے مفہوم کو تب تک سمجھ نہیں سکتے جب تک آپ اپنی طاقت پر اعتماد کرنا چھوڑ کر اپنی اُمید صرف خُدا پر نہیں لگا لیتے - جس شخص نے اِس بات کو "صرف خُدا ہی" ابھی تک معلُوم نہیں کیا اُس نے خُدا کو معلُوم نہیں کیا - بُت پرستوں کے دیوتا حقیقی خُدا نہیں

حقیقی خدا وہ خدا ہے جسے اِنسان اُس وقت پاتا ہے۔ جب اِنسان کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی ڈھارس صرف خُدا پر لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ حقیقی ایمان یہ ہے کہ ہم اپنے پر بھروسہ کرنا چھوڑ کر صرف خُدا پر اُمید لگائیں۔ اِسی کا مطلب خُدا کے ہو جانا ہے۔

یہ تمام ریاضت اور دُعائیں بُت پرست راستبازوں کے نیک اعمال سے بھی مُشکل ہیں۔ کیونکہ دُنیا میں اِس سے زیادہ تحقیر آمیز کوئی بات نہیں کہ کوئی آئندہ کو اپنے آپ پر بھروسہ رکھے۔ اور خُدا ہی پر بھروسہ رکھنے سے بڑھکر کوئی اور کام مُشکل نہیں۔ مُشکل؟ سچ مچ ناممکن۔ ہم اپنی شخصیت کو دستبردار کر کے صرف خُدا کو قبول نہیں کر سکتے صرف خُدا ہی یہ کام ہمارے لِئے کر سکتا ہے۔ اور خُدا نے یہ کام مُنجی کی صلیب پر ہمارے واسطے کیا۔ یہاں پر دو باتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ پہلا کام یہ کہ ہمارا غرور ٹوٹ جاتا ہے اور دفنایا جاتا ہے۔ دُوسرا یہ کہ وہاں خدا ہمکو مِلنے کے لِئے آتا ہے۔ وہ خُدا جِس کے سِوا اَور کوئی ہماری مدد نہیں کر سکتا صحیح طریقہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم مسیح مصلُوب کو قبُول کریں ہم جانیں کہ اُس کی صلیب ہماری تمام کوششوں کو ختم کر دیتی ہے۔ جو کہ ہم اپنے آپ کو بچانے کے لِئے کرتے ہیں۔ اَور کہ خُداوند کے اِس فِدیہ کا اِنتظام شروع ہوتا ہے۔ جو اِنسان کو نیا مخلوق بنا دیتا ہے۔ اگر ہم مسیح مصلُوب کو نہیں مانتے تو اِس بات کو پہچاننے کے لِئے ہمارا علم ادھورا اور ہمارا اِیمان کمزور ہے۔ کہ صرف خُدا ہی ہماری مدد کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے "تب اِیمان ہی سے" کا مطلب یہ ہُوا کہ مَیں نہیں بلکہ خُدا میری مخلصی اور میری نجات کا اِنتظام کرتا ہے۔ نہ صرف میری بلکہ تمام دُنیا کی۔ وُہی راست خُدا ہے۔ صرف وہی متوقعہ نِشانہ تک لے جاتا ہے" ہماری طاقت سے کچھ نہیں ہو سکتا" اسکا مطلب یہ ہُوا کہ ہم صرف خُدا پر بھروسہ رکھیں اور

اُسی کو ہم اپنی پناہ گاہ بنائیں +

کیا اِس سے اِنسان سُست نہیں ہو جاتا ؟ کِسی لوتھر یا کِسی نرونگلی یا کِسی کالون سے پوچھئے کہ "کیا صرف خُدا ہی" ایمان نے اُنکو سُست کر دیا تھا دوسروں کی زِندگیوں کا مطالعہ کیجیئے جنہوں نے حقیقت میں "صرف خُدا ہی" کے ایمان کو اِس کی تمام گہرائیوں اور شان سمیت قبول کیا اور اُن سے پوچھیئے کہ کیا اِس نے اُنکو اخلاقی طور پر لاپرواہ یا سُست بنا دیا ہے ؟ یہ خُدا کا بڑا بھید ہے - کہ اِنسان کبھی زور آور نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی کمزوریوں کو محسوس نہیں کرتا اور خُدا کی قُدرت سے تمام چیزوں کا اُمیدوار بنتا مسیحی دُنیا میں حقیقی کارندے وہ ہو گزرے ہیں - جنہوں نے خُدا کے کلام پر پُورا پُورا اعتماد رکھا نہ کہ وہ جنہوں نے اِنسانی کوششوں پر بھروسہ کیا - کیونکہ خُدا کی طاقت کمزوری میں مُکمّل ہوتی ہے - اور خُدا اُسی آدمی کے لِئے قادر بنتا ہے - جو اپنی کمزوری کا اِقرار کرتا ہے - وہ حقیقت میں اصل نیکی ہے - جو صرف "ایمان ہی سے" کی جاتی ہے +

۲۲- تبدیلی

کئی وجُوہات کے باعث ہم تبدیلی کے لفظ کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اس نے بہت سا نقصان کیا ہے - اور کر رہا ہے ہم بہُت سے خاص خاص دیندار اشخاص کو جانتے ہیں جو اپنے رفقائے کار سے یکایک گلی میں یا لاری میں یہ سوال کر دیتے ہیں - مجھے بتاؤ کیا تُم تبدیل شدہ ہو ؟ نئے عہد نامہ کا یہ طریقہ نہیں

یسوع گلیل کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں گیا اور کہا توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ لوتھر کے پچانویں دعوؤں میں پہلا دعوےٰ یہی تھا کہ مسیحی زندگی روزانہ توبہ یا تبدیلی کی زندگی ہونی چاہیئے۔ اور لوتھر نے اِسی سے اصلاحِ دین کو شروع کیا وہ شخص جو یہ نہیں جانتا ہے۔ کہ توبہ کیا ہے؟ وہ ایمان اور مُعافی کے معانی نہیں جانتا یا یُوں کہیئے کہ وہ یسوع مسیح کو نہیں جانتا تو پھر توبہ ہے کیا؟

فوراً مُڑ جانا۔ اور یہ مُڑنا اِتنا حیرت انگیز ہو گویا کہ دریائے چناب کا پانی یکایک مخالِف سمت بہنا شروع ہو جائے۔ ہمارے دِل کا قُدرتی رُجحان یہ ہے کہ ہم اپنے ہی مفاد کے طالب ہوتے ہیں۔ ہم اُس لالچی مکڑے کی مانند ہیں۔ جو اپنے جالے کے مرکز میں بیٹھا رہتا ہے۔ ہم بھی لالچی بن کر دُنیا کے مرکز میں بیٹھے ہُوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام آدمی بمعہ اپنی خُوشی اپنی جائداد اپنی عزّت اور مرتبہ ہمارے ماتحت ہو جائیں۔ یہ تمام ہمارا ہی مالِ غنیمت ہے اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ ہمیں پیار کریں۔ ہماری عزّت کریں۔ اپنا وقت ہمارے واسطے صرف اور ہمارے ساتھ ہمدردی کریں ہماری خُودی ایک تاجدار کی مانند یہ طلب کرتی ہے۔ کہ ساری دُنیا اُس کی خِدمت گُزار ہو میری بیوی۔ میرے بچے میرا اسکول یہاں تک کہ میرا پیارا خُدا بھی میری خدمت کرے "خُداوند تیرا خُدا مَیں ہُوں" بعض اِس خُودی کے اعلےٰ مرتبہ کو بڑی نفاست سے تسلیم کرتے ہیں اور بعض ناتراشیدہ صُورت میں۔ لیکن سب کے سب خودی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ایسا ہی حال ایک نفسانی اِنسان کا ہے۔ اُس اِنسان کا جو ابھی تک تبدیل نہیں ہُوا بے دین اِنسان جِسمیں مُحبّت نہیں اگر کوئی سمجھے کہ میرا فیصلہ زیادہ سخت ہے۔ تو وہ اپنی صفائی پیش کرے کم ازکم میں تو اقرار کرتا

ہُوں کہ مَیں ایسا ہی اِنسان ہُوں اور میرے جان پہچان بھی ایسے ہی لوگ ہیں۔
البتہ اِس عالم میں بعض ایسی باتیں ہو جاتی ہیں۔ جو قُدرت میں کبھی واقع نہیں ہو سکتیں ندّی کا پانی کبھی بہاؤ کے خِلاف نہیں بہ سکتا نہ کبھی بطخ لومڑی بن سکتی ہے اور نہ ہی لومڑی بطخ لیکن یہ ہو سکتا جیسا کہ ہو رہا ہے۔ کہ اِنسان کے دِل کا رُجحان جس سے وہ ہمیشہ "مَیں۔ مَیں" کہتا ہے۔ بالکل تبدیل ہو جاتے اور بجائے "مَیں۔ مَیں" کے "تُو۔ تُو" کہنا شروع کر دے یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔ ایسا معجزہ صرف لفظ محبّت سے منسُوب ہے۔ محبّت یہ نہیں ہے کہ کوئی اس مکڑے کی طرح جالے کے مرکز میں یا تاجدار خودی کی طرح تخت پر بیٹھ کر خدمت کی آرزُو رکھے بلکہ محبّت یہ ہے۔ کہ بجائے اپنے لئے جینے کے کوئی دُوسروں کی خاطر زِندگی بسر کرے اور دُوسروں پر حکومت کرنے کی بجائے اُن کی خِدمت کرے ایک ایسا ہے جس کو اپنے حق میں یہ کہنے کا مجال ہے۔ کہ "مَیں اِس لِئے نہیں آیا کہ خِدمت لُوں بلکہ اِس لِئے کہ خِدمت کرُوں" یہ واقعہ اِنسانی تاریخ میں ایک فیصلہ کُن واقعہ ہوا یسُوع مسیح نے اپنی زِندگی دُوسروں کے لِئے فدیہ میں دے دی اور اپنا خُون گناہوں کی مُعافی کے لِئے بہا دیا اِسی وجہ سے ہم جانتے ہیں اور دُنیا بھی جانتی ہے۔ کہ محبّت کیا ہے کیونکہ وہ آیا۔

اِسی کے ذریعے یہ پہلی دفعہ ممکن ہو گیا ہے۔ کہ یہ بالکل نئی اور بالکل مختلف رُوح دُوسروں کی زِندگیوں میں اثر انداز ہو۔ کیونکہ مسیح کے ذریعے خُدا مرکز بن جاتا ہے۔ جس کے گِرد باقی تمام اشیا گردش کرتی ہیں۔ وہ جس کے سِوا ہماری زِندگی کا کوئی حقیقی بادشاہ نہیں ہے۔ وہ اب سچ مچ بادشاہ بن جاتا ہے اب وہ اِس تخت پر بیٹھتا ہے۔ جس پر اِس سے پہلے غاصب بادشاہ

خُودی نے قبضہ کیا ہُوا تھا۔ یہ حقیقت میں بہت بڑا انقلاب ہے۔ اِس اِنقلاب کو بائبل میں توبہ۔ پھرنا۔ تبدیلی کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب خُدا بادشاہ بن جاتا ہے۔ تو ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بجائے "مَیں مَیں" کہنے کے "تُو تُو" کہنا شروع کرتا ہے"۔ "تُو تُو" اولین خُدا کے لئے اِستعمال ہوتا ہے "تُو میرا خُدا ہے" لیکن جو کوئی خُدا کے پاس پُہنچ جاتا ہے اُسکی زِندگی میں ایک عجیب تجربہ ہوتا ہے۔ خُدا کے دروازہ پر یہ بات سُننے میں آتی ہے کہ خُدا کہہ رہا ہے۔ کہ "وہاں جا جہاں تیرا پڑوسی رہتا ہے"۔ خُدا آپ کو آپ کے پڑوسی کے لِئے محبّت دے کر رخصت کرتا ہے آپ کو اُسکی خِدمت کرنا ہے۔ یہی آپ کی معقول عِبادت ہوگی۔ آپ نے اپنے پڑوسی سے محبّت کرکے یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ خُدا سے محبّت رکھتے ہیں یا نہیں +

پس یہی "تبدیلی" ہے۔ کہ ہم پہلے خُدا کی بادشاہی کی تلاش کریں کہ خُدا کی مرضی یعنی اپنے پڑوسی کی خِدمت ہمارا سب سے بڑا سروکار ہو جاتا ہے لیکن آپ اپنے کو تبدیل نہیں کر سکتے صرف خُدا ہی آپ کو تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ بطور مُنصف اور مخلصی دینے والے کے آپ سے مخاطِب ہو کر آپکو تبدیل کر سکتا ہے۔ "وہ تیری ساری بدکاری کو بخشتا ہے۔ وہ تجھے تمام بیماریوں سے شفا دیتا ہے"۔ آپ میں یہ تبدیلی اُسی وقت واقعہ ہو سکتی ہے۔ جب آپ خُدا کو وہ بات کرنے دیں جو وہ آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہے +

یہ حقیقت ہے۔ کہ خُدا کی پُرخلوص آواز کی قبولیت جب پہلی مرتبہ کِسی اِنسان کی زِندگی میں واقعہ ہوتی ہے۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ "میری تبدیلی"۔ لیکن یہ اَور بھی گہری حقیقت ہے۔ کہ ہر شخص کو ہر روز نئے سِرے سے تبدیل ہونا چاہیئے شاید آپ کو وہ موقع یاد ہو۔ جب آپ پہلی مرتبہ تبدیل ہوئے لیکن

بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں پہلی مرتبہ کے متعلق بھی صحیح علم نہیں تاہم وہ جانتے ہیں کہ اُن کی تبدیلی ہو چکی ہے اور ہر روز ہوتی رہتی ہے- لیکن ایک اور امکان بھی ہے- شاید آپ کی کبھی تبدیلی نہیں ہوئی اِس موقع پر وہ سوال جو ظاہرا طور پر تحکمانہ معلوم ہوتا ہے غیر موزوں نہیں ہے- کیا آپ تبدیل ہو چکے ہیں؟ لیکن وہ شخص جو حقیقت میں تبدیل ہو چکا ہے- یعنی وہ انسان جس میں تبدیلی روزمرہ ہوتی رہتی ہے- نہ کہ یہ تبدیلی ایک خاص واقعہ ہے- اپنی تبدیلی کا اعلان فخریہ طور پر دوسروں کے سامنے نہیں کریگا بلکہ اُس کی زبردست خواہش ہوگی کہ اُس کا ہر پڑوسی اُس کی اِس زندگی میں شریک ہو جو وہ خود حاصل کر چکا ہے +

۲۳- نئی پیدائش

پیدائش کے راز کو کوئی نہیں سمجھ سکتا- ڈاکٹر بیان کر سکتے ہیں کہ پیدائش کیسے ہوتی ہے- اور ہم اُنکے بیانات کو سمجھ بھی سکتے ہیں لیکن جونہی ہم کسی چیز کے متعلق جسکا آغاز اِس طور پر ہوتا ہے سوچنا بند کر کے اپنے متعلق غور کرتے ہیں کہ ہم کیسے ہیں تو جو بات ہم کو تشریح نظر آتی تھی وہی ہمیں مزید گہرا راز نظر آتی ہے "میری زندگی" اِسکا حقیقت میں مطلب کیا ہے؟ ایک وقت وہ تھا جب میرا وجود نہ تھا میں پیدا ہُوا اب میں موجود ہوں زندہ ہوں ایسے خیالات تمام طرح کی تشریح کو خاموش کر دیتے ہیں- اور ہم کو پھر گہری سوچ

میں ڈال دیتے ہیں۔ اور ہم مجبوراً کہہ اُٹھتے "یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر ہے" تاہم ہماری خاموشی ہمیں زندگی کے بُنیادی سوال سے دو چار کر دیتی ہے۔ ہماری زندگی دو بھیدوں کے درمیان بسر ہوتی ہے۔ پیدائیش کا بھید اور موت کا بھید۔ پیدائیش کا مطلب یہ ہے۔ کہ مَیں موجُود ہُوں۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ کیوں مَوجُود ہُوں۔ جو کچھ مَیں ہُوں سو ہُوں مَیں یہ نہیں جانتا کہ کیوں یہ اِلفاظ کہ جیسا مَیں ہُوں مَوجُود ہُوں اُسی طریقہ سے نہیں بولے جاتے جس طریقہ سے اِس چھوٹے سے بچے کے لفظ ہوتے ہیں جو خُوشی سے دَوڑتا ہُوا کمرے میں اپنی ماں کے پاس جاکر کہتا ہے "مَیں آگیا ہُوں"۔ ہم اِس طور پر نہیں بول سکتے نہ ہی اُتنی خُوشی اور سادگی اور وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ ہم باطن میں سرد آہ بھرے بغیر یہ نہیں کہہ سکتے کہ "جیسا مَیں ہُوں مَوجُود ہُوں" یہ احساس اُس آدمی کے سے احساس ہیں جو کہ پولیس چوکی میں لایا گیا اور بعد ازاں جیل میں ڈال دِیا گیا اب وہ اپنے کمرہ جیل کا معائنہ کرکے دِل افسردہ۔ غمگین اور فکر مند ہو جاتا ہے اور کہتا ہے مَیں یہاں ہُوں مگر اصل میں کیوں؟ یہی سوال ہر دِل کے اندر مخفی ہے لیکن ہم شاذو نادر ہی خیال کرتے ہیں کہ یہ سوال اُسے کِسقدر دُکھ دیتا ہے۔ ہم اِسکو سمجھ نہیں سکتے۔

تاہم اَب کمرۂ جیل کھُلتا ہے۔ اور ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ ہمارے اِلفاظ "جیسا مَیں ہُوں" "مَوجُود ہوں" کِسقدر افسردگی اور فکر پَیدا کر دیتے ہیں۔ اور کِس قدر سمجھ سے باہر ہیں خُدا کا کلام ہمیں ہماری زِندگی کا بھید بتاتا ہے۔ تو اُسکی صُورت پر پَیدا ہُوا۔ تو خُدا سے علیحدہ ہو کر گُناہ میں گِر گیا یسُوع مسیح خُدا کا کلام ہم پر ہماری پَیدائیش اور ہمارے گُناہ کے صحیح مفہوم کو ظاہر کر دیتا ہے۔ کب؟ اور کیسے؟ ہم اِسکو اپنی ساری عُمر بھر نہ سمجھ سکیں گے ایک بات جو اب ہم

جانتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہمیں زمانہ گزشتہ کا علم ہے یہ دونو اُس میں مَوجُود تھے جو خُدا سے صادر ہوتا ہے اور وہ جو خُدا کے خلاف ہے یعنی پیدائیش اور گُناہ۔ جب بچّہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے ہی دونو کو حِصّہ مِل جاتا ہے۔ بچّے کی پیدائیش پر ہی ہر دو اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ دونو بچّے کی پیدائیش کے موقعہ پر پُشتوں کی وراثت سے مِلتے ہیں اور تمام بنی نوع اِنسان کو یہ دُہری وراثت مِل چکُی ہے مزید براں انجیل ہمیں بتاتی ہے کہ اِس حالت میں ہم نہ صرف ناخُوش ہیں بلکہ اِس میں حقیقی زِندگی اور حقیقی بھلائی سے علیحدہ ہو کر کھوئے ہُوئے ہیں۔ دوم خُدا کا کلام کہتا ہے۔ کہ خُدا ترس کھاتا ہے۔ اور وہ ہمیں جو کھوئی ہُوئی مخلُوق ہیں بچاتا ہے۔ جِس کے خِلاف ہم زِندگی بسر کرتے ہیں وُہی ہمارا حامی ہے۔ جِس کے بغیر ہم زِندگی گزارتے ہیں وُہی ہمارے پاس آتا ہے یسُوع مسیح میں ہمیں دُہرا وعدہ مِلا ہے۔ یعنی خُدا کی مُعافی کا وعدہ جو سمجھ سے باہر ہے اور مُکمل نئی زِندگی کا وعدہ وہ ہمیں ایک ایسی تصویر دِکھاتا ہے۔ جو اِس تصویر سے بالکُل فرق ہے۔ جو ہم اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ یہ اُس آدمی کی تصویر ہے۔ جو درحقیقت پُورے طور پر بگڑا ہوُا ہے۔ خُدا کی صُورت۔ یہ کِس کی تصویر ہے؟ مسیح کہتا ہے۔ آپ کی تصویر۔ یہ آپ ہی تو ہیں خُدا کے فضل سے۔ فضل خُدا کی طرف سے آپ کو اُس وقت مِلتا ہے۔ جب آپ اُسے اپنے آپ کو حقیقت میں اور سراسر اپنی طرف کھینچنے دیں۔ جب آپ پُورے دِل سے اُس پر اِیمان لائیں اور بھروسہ رکھیں۔

جب یہ ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص خُدا کی آواز کو سُنتا ہے۔ جب وہ یسُوع مسیح کی آواز کو سُنتا ہے۔ تو پھر کیا ہوتا ہے اِسکا جواب بائبل میں صرف ایک لفظ میں مِلتا ہے "نئی پیدائیش"۔ تب ایک بات واقعہ ہوتی ہے

جو اِتنی اہم ہے اور سمجھ سے باہر ہے۔ جتنی پیدائش "جیسا میں ہُوں موجود ہُوں" کے اِلفاظ میں نئے مُعانی پائے جاتے ہیں "اگر کوئی مسیح میں ہے تو نیا مخلُوق ہے پُرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہو گئیں"۔ پُرانا اِنسان ابھی بھی نظر آتا ہے لیکن پُرانے پوست کے اندر نیا موجُود ہے۔ جو پُرانے کو اُتارنا شروع کرتا ہے۔ نادیدنی اِیمان میں سے کوئی دیدنی شے پھُوٹ نکلتی ہے۔ یہ محبت ہے نئی طرز کی زندگی۔ نیا خیال۔ نئی گفتگو۔ پڑوسی سے سلُوک کرنے کا نیا ڈھنگ یہ نہیں کہ پُرانا اِنسان محض غائب ہو جاتا ہے بالکل شکل تبدیل ہو جانے میں نئی زندگی ظاہر ہوتی ہے۔ جو اُن کو جو اِیمان کے متعلق کچھ نہیں جانتے ایک اَیسا مَوضوع دیتی ہے جس کے متعلق وہ سوچ بچار اَور اِستفسار کرتے ہیں اِس میں اَیسی تبدیلی کیوں آگئی ہے؟

کیا حقیقت میں اَیسی باتیں واقعہ ہوتی ہیں یا یہ محض ایک خوبصورت تخیل ہے۔ بائبل کہتی ہے۔ نہیں نئے اِنسان ضرور ہیں۔ خواہ اُن کو پولُوس کہیئے یا تیمتھیُس یا خواہ فلپی داروغہ کی طرح اُنکے نام نہ معلوم ہوں اَیسی نئی پیدائش صِرف نئے عہدنامہ ہی میں نہیں ملتی بلکہ اُس وقت سے لیکر ہر اَیسی جگہ میں ملتی ہے۔ جہاں یسُوع مسیح کی بابت خُدا کے کلام کو جیسا کالون ذِکر کرتا ہے۔ نہ صرف "عقل" سے بلکہ "دل" سے قبول کیا جاتا ہے۔ ہر اَیسی جگہ میں بنی آدم نئے سرے سے پاک رُوح کی قُدرت سے خُدا کے ساتھ پیوستہ ہو جاتے ہیں +

۲۴- مسیحی آزادی

جب ہم آزادی کا ذکر کرتے ہیں تو ہم عموماً اِس غلطی میں مُبتلا ہو جاتے ہیں کہ بجائے یہ پُوچھنے کہ ہم کِس واسطے آزاد ہوتے ہیں ہم یہ پُوچھتے ہیں کہ ہم کِس چیز سے آزاد ہُوئے ہیں۔ پروٹسٹنٹ عموماً اِس بات میں بڑا فخر لیتے ہیں کہ اصلاحِ دین نے اُن کو رومن کیتھولک کلیسیا اور اُس کے ضوابط۔ اُس کے توہمات اور پوپ کے اِختیار سے آزاد کر دیا۔ ہمیں اُن کو یہ جواب دینا ہے کہ اِس میں تو کوئی شک نہیں لیکن اب آپ کون سے بادشاہ یا آقا کو تسلیم کرتے ہیں۔ اچھے آقا کو تسلیم کرنے ہی سے جھُوٹے آقا سے مخلصی ممکن ہو سکتی ہے صرف سچّے اِیمان ہی سے توہمات سے آزادی مِلتی ہے اور سچّی شریعت ہی سے جھُوٹی شریعت سے مخلصی مِل سکتی ہے۔ وہ آدمی جو محض "آزاد" ہو جاتا ہے وہ کِسی بھی آقا کے ماتحت نہیں رہتا۔ لہٰذا وہ اَور زیادہ غُلام ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر آقا کے ہونا ایک ایسی غُلامی ہے جِس کا مقابلہ کِسی اَور غلامی سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اِس حالت میں اِنسان اپنے ہی نفس کا غلام ہو جاتا ہے یا اُس بدترین ظالم کا جِس کو ہم نے خودی کا نام دِیا ہے یا جِس کو بائبل نے گُناہ کا نام دیا ہے کیونکہ آقا خودی اور آقا گُناہ ایک ہی بات ہے۔ گُنہگار آدمی وہ ہے جو اپنے سوائے کِسی اَور کو اپنا آقا تسلیم نہیں کرتا۔

آزادی یہ ہے کہ ہم اِس خودی۔ اِس ظالم خودی یعنی گُناہ سے آزاد ہو جائیں یہ مخلصی صرف اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم خُدا کو اپنا آقا تسلیم کر لیتے ہیں

اور ہم خُدا کو اپنا آقا صرف اُس حالت میں تسلیم کرتے ہیں جب مسیح کے وسیلے سے ہمارے گناہ سے ہمیں مخلصی مِل جاتی ہے۔ آزادی اِس سے کم قیمت پر نہیں مِل سکتی۔ یسُوع مسیح کے خُون کی قیمت کی بولی کم نہیں دی جاسکتی

نظر جو بیانِ غم پر فضل ابدی نے کی میرے
تھی اِکمال محبت میں حقیقی یہ خوشی تیری
میری جانب تیرا دِل جو مُڑا پدرانہ شفقت میں
اُسی کو دے دیا تُو نے جو اکمل چیز تھی تیری
کیا مجبور تیرے دِل کو تیری پدرانہ شفقت نے
کفارہ خُون بہا ہوگا یہ قیمت کم نہیں تیری

لُوتھر خُوب کہتا ہے کہ ہماری آزادی کے لِئے یسُوع مسیح کو صلیب کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ خُدا بھی اِس قیمت میں "رعایت نہ کرسکا"۔ اِس واسطے پَولُوس رسُول ذِکر کرتا ہے "تُم قیمت سے خریدے گئے ہو۔ آدمیوں کے غُلام نہ بنو"۔ یہی ایک مسیحی کی آزادی ہے +

پَولُوس اپنے آپ کو ہمیشہ یسُوع مسیح کا بندہ کہتا ہے۔ اَور اِسی بندگی میں اُس کی آزادی ہے خُدا نے ہمیں اِس طریقے سے پَیدا کیا کہ اُس کے سوائے ہم آزاد۔ حقیقی اِنسان۔ خوش۔ شادمان اَور مضبوط جوانمرد اِنسان نہیں بن سکتے۔ محض اُسی کے وسیلے سے خُدا نے ہمیں اپنے ساتھ رفاقت رکھنے کے لِئے پَیدا کیا۔ گویا خُدا کے ساتھ رفاقت اِنسانی زِندگی کا لُبِ لُباب ہے جب ہم خُدا سے جُدا ہو جاتے ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونیکی کوشِش کرتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ ہماری حالت تمثیل کے اُس بیٹے کی سی ہو جاتی ہے جِس نے اپنے باپ کو کہا "اے باپ مال کا جو حِصّہ مجھ کو پہنچتا ہے

مجھے دیدے،" تب وہ ایک دُور دراز مُلک کو روانہ ہوکر مُصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ خُدا کے بغیر ہم دُور دراز مُلک میں مُصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ہم اُس اِنسانی زندگی کے "لبِ لُباب" کو جو کہ خُدا اور محبّت کے ساتھ رفاقت رکھنے سے حاصِل ہوتا ہے اُڑا دیتے ہیں۔ مسیح کا فدیہ اِس میں پایا جاتا ہے کہ ہم کھوئے ہُوؤں کو واپس باپ کے گھر میں لاکر یُوں آزاد کردیں +

صرف وہ جو "خداوند یسوع مسیح کا بندہ ہے" وُہی لوتھر کے کلام کے مُطابق "ایمان کے وسیلے سے سب کا آزاد خُداوند ہے اور کسی کا ماتحت نہیں" وہ فِکر سے آزاد ہے "اگر خُدا ہماری طرف ہے تو کون ہمارا مُخالف ہے" وہ اِنسانی اِختیارات اور اِنسانی آقاؤں سے نیز تمام قانونی بندش سے آزاد ہے وہ گُناہ کے جُرم۔ موت کے خوف سے آزاد ہے کیونکہ مسیح کے وسیلے سے اُسے گُناہوں کی مُعافی اور ہمیشہ کی زندگی کا وعدہ حاصِل ہے۔ آئندہ ایک دیندار یہودی یا رومن کیتھولک کی طرح فلاں فلاں سینکڑوں قوانین کو بجالانے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن صرف اِس بات کی ضرورت رہتی ہے کہ وہ خُدا باپ کے پاس جو اُس کا باپ اور خُداوند ہے رہے - وہ اپنے خُداوند اور باپ کے ساتھ ایک بچّے کی سی عزّت اور شُکر گزُاری محبت کے بند کے سوائے کِسی اور بند سے بندھا نہ جائے۔ مشہور آگستین نے اِس حقیقت کو اِس طرح بیان کیا ہے "خُدا سے محبّت رکھو اور اپنی مرضی کرو"

اِنسان خُدا کے خوف اور محبّت اور مسیح کے فدیہ میں شُکرگزار ایمان کے سبب سے آزاد ہوتے ہی دُوسرے اِنسانوں کے ساتھ نئے طریقہ سے بندھا جاتا ہے۔ پس لوتھر اپنے پہلے فقرے کے ساتھ ایک اور بیان زاید کرتا ہے "ایک مسیحی سبھوں کا نہایت ہی وفادار خِدمت گزُار اور محبت کے بند

سے ہر ایک کا تابعدار ہے۔" گناہ کا غلام جو اپنے نفس کا غلام ہے اِنسانوں سے جُدا ہو کر اُن پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ اُسے ہمیشہ اپنے ہی مفاد کا طالب ہونا پڑتا ہے۔ وہ خود غرضی کے قبضہ میں ہے اور جو مسیح کے ذریعے سے اِس بدترین مرض سے آزاد ہو چکا ہے اور خُدا کی محبت میں پیوند ہو جاتا ہے وہ اپنی خُودی سے مخلصی حاصِل کر کے دُوسروں کی خدمت کے لئِے آزاد ہو جاتا ہے فی الفور دُوسروں کے دُکھ اور بہتری اُسکی زِندگی کا اہم مقصد بن جاتے ہیں۔ وہ اُن کے ساتھ ہمدردی کرتا اور اُن کی خُوشی میں اُنکا ساتھ دیتا ہے گویا کہ وہ اُن کا شریک ہے۔ وہ دُوسروں کے واسطے سب کُچھ بلکہ اپنی زندگی بھی قُربان کرنے کے لئِے تیار ہوگا۔ یہ وہ اِنسانی عنصر ہے جو کہ اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ غیر اِنسانی فطرت یعنی گُناہ غائب ہو چکتا ہے مسیح کی طرح جو اِنسان کا خادم تھا وہ بھی اِنسان کا حقِیقی خادم بن گیا ہے۔

یہ آزادی جو کہ سب اِنسانی تجربات میں سے اہم ترین ہے اَب خاندان کے افراد کے درمیان شروع ہو جاتی ہے۔ جِتنا زیادہ ہم خُدا کی رفاقت میں ترقی کرتے جاتے ہیں اُتنا ہی زیادہ یہ بڑھتی جاتی ہے اور جِتنا زیادہ ہم خُدا سے جُدا ہوتے جاتے ہیں اُتنا ہی زیادہ یہ دب جاتی ہے۔ یہ ایمان ہی کا پھل ہے کیونکہ ایمان صرف یہ ہے کہ ہم پُورے اَور مُکمّل طور پر خُدا کے ہو جائیں۔ خُدا یہ چاہتا ہے کہ انجیل کی خوشخبری کے ذریعے سے ہمکو اَیسے ہی شادمان آزاد اِنسان بنائے۔

۲۵۔ دُعا

دُنیا اکثر اوقات ایک اَیسی زبردست مُضر مشین کی مانند ہے جو کہ اندھا دُھند

اَور بغیر محسوس کیئے نیز ایسی چیز کو جسے آدمی تعمیر کرتا ہے - پالتا ہے - پیار کرتا ہے اَور جس کی اُمید رکھتا ہے برباد کر دیتی ہے - دُنیا تُم جیسے بیوقوف شخص کی خواہشات سے کیوں کوئی واسطہ رکھّے ؟ ایسی دُنیا کے درمیان جہاں انوار لکھوکھا سال تک بڑھتے اور ترقی کرتے رہتے ہیں تمہاری آہ و فغاں کا کیا مطلب ؟ اِس قسم کے خیال سے دُعا لب پر آکر رہ جاتی ہے کیا یہ عقلمندی ہے کہ برف کی ہولناک ڈھلک سے اِلتجا کی جائے کہ وہ اپنے راستہ سے ایک چھوٹے بچّے کو چھوڑ دے ؟ وائے ! اندھی - ہولناک اور غیر محسوس قسمت !

جب ہم اپنے سے باہر دُور دُنیا پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دُعا غائب ہو جاتی ہے - آدمی کی شومئے قسمت اُس کی دُعا کرنے کی دلیری اَور حوصلہ کو پست کر دیتی ہے - ہر چیز بےحس بے ترتیب - اِتفاقی اور گڈ مڈ نظر آتی ہے - پھر کَون دُعا کر سکتا ہے ؟ دُنیا صرف ہمکو اِتنا دُھندلا سا عِلم دے سکتی ہے کہ ہم ایک عجیب طاقت کو دیکھ سکیں - لیکن دُنیا اِس بات میں ہماری مدد کرنے کے ناقابِل ہے کہ ہم اپنے آپ کو اِس طاقت کے سپرد کر سکیں اور بچّوں کی طرح اُس کو پُکار سکیں کہ "ہماری مدد کر" پھر ہم کِس طرح دُعا کر سکتے ہیں ؟ کِس بات سے ہم کو حوصلہ ہو - اعتماد اور یقین ہو سکتا ہے ؟

جیسے کہ بچّے جو جنگل میں کھو جاتے ہیں اُسکی ہولناک تاریکی سے خوفزدہ ہوتے ہیں اَور پھر اچانک جب اُسکی تاریکی میں سے آواز سُنتے ہیں جس سے وہ مانُوس ہوتے ہیں اَیسی آواز جِس میں محبّت - تلاش اور اِمداد کی بُو ہوتی ہے یعنی اُن کی ماں کی آواز - اِسی طرح سے دُعا ہمارا جواب ہے اُس آواز کے لئے جو کہ خُدا کے کلام یسُوع مسیح میں ہم کو دیتا ہے جو اچانک اِس

پیچیدہ اور تارِیک دُنیا کے اندر ہم کو بُلاتا ہے۔ یہ باپ ہے جو ہم کو دُنیا کی تاریکی سے باہر بُلاتا۔ وہ ہم کو بُلاتا ہے۔ تلاش کرتا ہے اور ہم کو اپنے پاس لانا چاہتا ہے۔ "اَے میرے بچے تُو کہاں ہے"۔ دُعا کا مطلب یہ ہے۔ "اَے باپ مَیں یہاں ہُوں"۔ پیشتر اِس کے کہ تُو نے بُلایا مَیں ڈرتا تھا۔ جب سے تُو نے بُلایا مُجھے کوئی خوف نہیں۔ آ! مَیں تیرا مُنتظر ہُوں۔ مجھے لے اور اِس خوف زدہ اور تارِیک دُنیا میں میرا ہاتھ پکڑ کر لے چل +

یہ ایک بڑا عجیب موقعہ ہوتا ہے جب ایک آدمی یہ آواز سُنتا اور جان لیتا ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ اور خُدا اُس کے نزدیک ہے۔ دُنیا آخری شے نہیں اور نہ ہی اُس میں سب کچھ ہے۔ اِس دُنیا کا ایک مالک ہے جو تمام چیزوں پر حکمران ہے۔ ہر کوئی اُس کو پُکار سکتا ہے کیونکہ وہ سُنتا ہے۔ مَیں اُسکو "تُو" کہہ کر پُکار سکتا ہُوں اور میرے پُکارنے میں اُس کا جواب کوئی گنبد کی آواز نہیں بلکہ ایک جواب ہوتا ہے۔ دُعا بے معنی نہیں۔ جو کچھ کہا گیا اگر وہ حقیقت ہے تو نہ صرف دُعا پُر معنی ہے بلکہ اُس معنی میں زِندگی کی سب سے عجیب بخشِش پائی جاتی ہے۔ جس طرح سے ایک بھٹکا ہُوا سیاح جو کہ قُطبوں کی بہتی برف کے تودوں میں سرگرداں ہے دلیر ہو جاتا ہے جب وہ اِس ریڈیو کے ذریعے سُن لیتا ہے کہ وہ محفوظ ہے نہ صرف وہ فریادی پیام بھیجتا ہے بلکہ فوراً ہی جواب بھی مِلتا ہے ایک نیا حوصلہ اور خُوش اُمید اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور ہر چیز اُس کے لِئے دُرست معلُوم ہوتی ہے۔ یہی حال دُعا کا ہے۔ قِسمت کی اِس تارِیک اور نہ پیدا کنار دُنیا کے درمیان جہاں موت ہے دُعا ایک ایسا نادیدنی تعلق جو اُس خُدا کے ساتھ ہے جو تمام چیزوں سے بالا ہے اور ہم سے مخاطب ہو کر کہتا "مت ڈر۔ مَیں یہاں ہُوں۔ مَیں

تیرا باپ - تیرا خالق - اور تیرا بچانے والا ہُوں - مَیں تمام چیزوں کو تیرے لئے بحال کر دُونگا؟"

دُعا میں اِیمان پایا جاتا ہے - بلکہ اِیمان دُعا کے ذریعے سے برقرار رہتا ہے - حقِیقت میں اِیمان دُعا ہی ہے - جس وقت ہم اِیمان رکھتے ہیں تو ہم گویا دُعا کر چکتے ہیں اور جب ہم دُعا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو ہم اِیمان لانا بھی چھوڑ دیتے ہیں - فلاسفر کانٹ نے یہ بیان کیا کہ دُعا ظاہرا طور پر کوئی اثر پذیر چیز نہیں سوائے اِس کے کہ یہ اُس آدمی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے جو دُعا کرتا ہے - اور دُعا کرنے والے آدمی پر کسی خارجی اثر کا ظہور ایک بے دلیل چیز ہے اُس آدمی کے لئے جو اُس خُدا کو نہیں جانتا جو ہم سے ہمکلام ہوتا ہے کوئی دیگر فیصلہ مُمکن نہیں - ہمارے احساسات کے دائرے میں شاید - لیکن پھر بھی ہمارے احساسات کے بغیر خُداوند یسوع مسیح ہیں +

بہت سارے لوگ چُونکہ اِس خُدا اور اُس کے مکاشفے کو نہیں جانتے اِس لِئے بہت سارے دُعا کرنا چھوڑ بیٹھتے ہیں - اصل دُعا وہ ہے جو کہ خُدا کے حقیقی مکاشفے کا جواب ہو - حقیقی دُعا جس میں آدمی کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اُس کی سُنی جائیگی صِرف اُسی وقت مُمکن ہے جب کہ کوئی زِندہ خُدا پر اِیمان رکھتا ہے "زِندہ خُدا" کا کیا مطلب ہے ؟ وہ خُدا جس سے آپ بھروسے کے ساتھ دُعا کر سکیں - کیونکہ اُس نے اِس سے پہلے ہی اپنی وفاداری آپ پر ظاہر کر دی ہے - وُہی زِندہ خُدا ہے +

پس کیا دورِ جدید کے آدمی کے لئے دُعا کرنا ممکن ہے - اِس میں شک نہیں کہ دورِ جدید کا نہایت ہی مُہذب آدمی بھی جو کہ مَوجُودہ صنعت و حرفت

کے لحاظ سے قابل ہے اُس کو بھی دُعا کرنے کی ضرورت ہے واقعی وہ اپنی دِلی آرزو سے دُعا کرنا چاہتا ہے لیکن کیا اِس قِسم کا آدمی یہ جان کر کہ عالم ایک مُضر مشین کی مانند ہے جو قوانینِ قدرت کے ماتحت ہے اور بے حد بے دُعا کر سکتا ہے؟ موجودہ اِنسان بھی ابراہام کی طرح جس نے چار ہزار سال گذرے دُور سے فلسطینی آسمانوں کے سِتاروں کو دیکھا ایک زِندہ رُوح ہے۔ وہ مٹی کا ایک تودہ نہیں بلکہ "میں" ہے۔ اپنی رُوح کے باعث وہ اِس مادی دُنیا سے افضل ہے۔ میرا بدن تو اِس مادی دُنیا کا ایک ٹکڑا ہے لیکن میری شخصیت نہیں۔ موجودہ زمانے کا آدمی اِس کو جان سکتا ہے اور بہت سے ہوشیار اور علمدار بھی اِس کو جانتے ہیں۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے کیا اِس شخصیت کا کوئی خُدا ہے یا کیا یہ اپنی آپ مالک ہے؟ کیا یہ شخصیت ذمے دار ہے یعنی کیا یہ اُسکو جواب دیتی ہے جو اُس کو بُلاتا ہے یا کیا یہ جو چاہے کر سکتی ہے؟ ذمے دار آدمی سے واقعی خُدا نے خطاب کیا "اے آدم تو کہاں ہے؟" ہم تمام اِس آواز سے خوف زدہ ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم اُسکے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ لیکن آواز جو اِس طرح سے آ رہی ہے اُس میں خوشی بھی مخفی ہے کہ مت ڈریں تیرا خُدا اور تیرا باپ ہُوں۔ جیسا کہ یہ یقینی بات ہے کہ موجودہ آدمی گنہگار ہے اور جو اپنے گُناہ کا کفارہ نہیں دے سکتا اُسی طرح سے یہ بھی یقینی بات ہے کہ خُدا کے فضل کی خوشخبری کا اعلان اُسکو دیا ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ بہت سارے اِس خوشخبری کو سُنتے ہیں اور دُعائیں حمد اور شکرگذاری اور مناجات کے ذریعے اُسکا جواب دیتے ہیں +

۲۶- دُعا کے معنی

دُعا میں دلیری اور عاجزی دونو ضروری ہیں۔ دلیری اِس لیئے کہ دُعا

میں مَیں اُسکے ساتھ بولنے کی جُرات کرتا ہُوں جو تمام آسمانوں میں بھی نہیں سما سکتا۔ آدمی جو دُعا کرتا ہے یقین رکھتا ہے کہ اُس کا خُدا سے ہمکلام ہونا فضول نہیں کیونکہ دُعا کے وقت کچھ واقعہ ہوتا ہے جو کہ بغیر دُعا کے نہیں ہو سکتا۔ وہ راستباز آدمی کی دُعا کے اثر سے بہت کچھ ہو سکتا۔" جب اِس اِمکان پر اِنسان سوچتا ہے تو اُس کا دِماغ چکرا جاتا ہے۔ کیا واقعی یہ فرضی احمقانہ قیاس ہے یا صِرف گُذشتہ توہمات کی جھلک ہے؟ کیا ہمیں یہ یقین کرنا ہے کہ دُنیا کا خُدا واقعی اُن مناجاتوں پر غور کرتا ہے جو ایک معمولی آدمی اُسکے حضور پیش کرتا ہے؟ بائبل کا جواب ان تمام سوالات کے لِئے ہاں ہے۔ اور بائبل کا تمام مکاشفہ ایک اَیسا اِیمان پیدا کرتا ہے اَور اُسے نشو و نما دیتا ہے جِس سے ہم سمجھتے ہیں کہ خُدا ہماری دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ خُدا ہمارا باپ ہے۔ جِسکا ٹھیک مطلب ہے کہ وہ سُنتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ایک باہمی تعلق یا رشتے میں کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کے اور ہمارے درمیان ایک سلسلۂ ربط ہے۔ خُدا ہماری دُعا کا مُنتظر ہے اَور چُونکہ وہ اپنی بادشاہت نہ صرف آدمیوں پر پھیلاتا ہے بلکہ آدمیوں کے ذریعے اَور آدمیوں کے ساتھ۔ خُدا صِرف اُسی وقت بعض باتوں کو پُورا کرتا ہے جب اُن کے لِئے درخواست کی جائے۔ خُدا ہماری دُعاؤں کا بڑی بیقراری سے مُنتظر ہوتا ہے۔ خُدا کے کام ہم پر مُمکن ہو جاتے ہیں جو کہ بغیر دُعا کے کبھی نہیں ہو سکتے۔ یہ یقین کرنا اَور اِسی بھروسے کے ساتھ دُعا کرنا ہی سب سے بڑی دلیری کا کام ہے جو آدمی کرتا ہے +

دُعا کرنے میں اشد عاجزی بھی ہے۔ کوئی دُوسرا کام خواہ وہ کِتنا ہی

چھوٹا اَور عاجزانہ کیوں نہ ہو ہمارا ہی فعل ہَے۔ ہم ذمے دار ہیں۔ یہ ہمارا کام ہے اور اگرچہ یہ فعل کِتنا ہی بے حقیقت کیوں نہ ہو ہم بڑا فخر کرتے ہیں لیکن جب ہم دُعا کرتے ہیں ہم خاموشی سے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ اَور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی کوششوں کے انجام پر پہنچ چُکتے ہیں۔ ہم تمام کچھ چھوڑ کر کہہ دیتے ہیں کہ اَے باپ ہم سب کُچھ تیرے حوالے کر دیتے ہَیں! دُعا گویا اپنی بے بسی کا اعلان کرنا ہے۔ یہ کہنا ہَے کہ مَیں اپنی زندگی کی پتوار تیرے سپُرد کرتا ہُوں۔ اس کو لے۔ مَیں اَور کچھ نہیں کر سکتا +

اِس لِئے دُعا حقیقت میں سوائے اِیمان کے اَور کچھ نہیں۔ جِتنی زیادہ دُعا اُتنا ہی زیادہ اِیمان جِتنی کم دُعا اُتنا ہی کم اِیمان۔ دُعا میں یہ ظاہر ہوتا ہَے کہ کیا آدمی دلیری سے یہ اِیمان رکھتا ہے کہ خُدا ہمارا باپ ہے۔ یہی خُدا پر بھروسہ ہے۔ اَور دُعا میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کیا آدمی اپنے آپ کو خُدا کے سامنے عاجز بنا دیتا ہَے اَور تمام چیزوں کی توقع اُسی سے رکھتا ہَے۔ مَیں ہر وقت یہ محسوس کرتا ہُوں کہ اگر صحیح معنوں میں دُعا کی جائے تو میری دانِست میں بڑی بڑی باتیں رُونما ہونگی۔ مسیحیت بہُت افلاس زدہ ہَے کیونکہ بہُت تھوڑے ہیں جو دُعا کے معانی جانتے ہیں۔ اور صرف وُہی جانتا ہے جو دُعا کرنے کے لائق ہَے شاید ہم میں سے کوئی بھی ابھی صحیح طور پر نہیں جانتا۔ ہمارے بھروسے میں اَبھی کمی ہے اور ہم اپنی بے بسی کو تسلیم کرنے میں کافی عاجز نہیں۔ ہم ابھی تک کافی طور پر خُدا کی حقیقت پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ جہاں کہیں بھی آجکل لوگوں نے خُدا کو صحیح طور پر معلُوم کیا ہے وہاں معجزے بھی ہوتے ہیں جیسے کہ دو ہزار سال پہلے ہُوا کرتے تھے۔ جو آدمی اَیسے معجزوں کا قائل نہیں وہ دُعا نہیں کر سکتا

ہم خُدا کے وعدوں کو کافی اہمیت دینے میں قاصر رہتے ہیں +

ہم کو دوبارہ سیکھنا ہے کہ کس طرح دُعا کرنی ہے یہ صرف سکون اور چین کی حالت میں سیکھا جاتا ہے۔ دُعا کے معنی اوّل صُورت میں خُدا کی حضوری کا یقین کرنا ہے یا جیسا کہ قدیم لوگوں نے کہا ہے کہ دُعا کے معنی ہیں "خُدا کے سامنے آنا" "یا اُس کے چہرے کے سامنے کھڑا ہونا" یہ ایک معمُولی بات نہیں۔ اِس کے لِئے فیصلہ کرنے کی سعی درکار ہے اور اِس سے زیادہ "مَیں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا" ایسے اِرادے میں دلیری کی ضرورت ہے کہ ہم خُدا کو اپنے پر سچّائی کو ظاہر کرنے دیں۔ اور ہم عاجزی سے جان جائیں کہ ہم بےبس ہیں اور اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے صرف وہ ہی خُدا کی تلاش کرتا ہے جس کے لِئے باقی تمام دروازے مسدُود ہوتے ہیں۔ خُدا صرف اُسی وقت ہم سے مِلتا ہے جب ہماری اپنی طاقت اور علم بے سُود ثابت ہوتے ہیں +

لہٰذا دُعا کرنا کام کرنے سے مُشکل ہے اور زیادہ تھکا دینے والی ہے۔ ایک سو آدمی کے مُقابلہ میں جو محنت کی تھکاوٹ سے نہیں ڈرتے بہُت تھوڑے ہیں جو کہ دُعا کا بوجھ اپنے اُوپر اُٹھانے کے لِئے تیار ہوتے ہیں۔ بہت سے اِس سے بھاگ جاتے ہیں۔ اِس سے ڈرتے ہیں کیونکہ کون ہے جو خُدا کے ساتھ تنہا رہنے کے لِئے نہیں ڈرتا؟ چھوٹی چھوٹی دُعاؤں میں بک بک کرنا دُعا کرنا نہیں۔ محصُول لینے والے نے اپنی آنکھیں اُوپر اُٹھانے کی جُرأت بھی نہ کی بلکہ چھاتی پِیٹ کر کہا "اے خُدا مُجھ گنہگار پر رحم کر" یہ ایک دُعا تھی۔ لیکن فریسی جس نے دُعا کو مشین کی طرح چلایا۔ وہ اِتنا مغرور تھا کہ وہ دُعا کر ہی نہیں سکتا تھا +

جیسا کہ تمام مُفید کاموں کے لِئے وقت کی ضرورت ہے اُسی طرح سے دُعا کے لِئے بھی وقت چاہیئے۔ وہ جِس کے پاس مشق کرنے کے لِئے وقت نہیں یا تو وہ دُعا کو سیکھنے میں ناکامیاب رہتا ہے یا اگر وہ کبھی جانتا تھا تو جلدی بھُول جائیگا۔ صرف وُہی جو دُعا کے لِئے کافی وقت صَرف کرتا ہے اِس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ رسُول کا اِس سے کیا مطلب ہے۔ "بلاناغہ دُعا کرو،" دُعا کا یہ مطلب نہیں کہ بہُت سے اِلفاظ کہے جائیں بلکہ اِسکا مطلب ہے خُدا کو تلاش کرنا اور خُدا کو اپنی تلاش کرنے دینا۔ جب زبور نویس کہتا ہے کہ وہ خُدا کے سامنے ہے اَور خُدا میں مسرُور ہے تو وہ دُعا کا صحیح مفہوم بیان کرتا ہے۔ دُعا مناجات سے شروع ہو کر حمد تک پہنچتی ہے اور حمد سے شکرگزاری تک اَور حمد اَور شُکرگزاری سے بڑھ کر زِندہ و وسیع مناجاتوں تک۔ لیکن ہر حقیقی دُعا میرے خیال میں شاگردوں کی اُس مناجات سے شروع ہوتی ہے جس میں اُنہوں نے کہا کہ "اے خُدا ہم کو دُعا مانگنا سِکھا"۔

۲۷۔ شراکت

بہُت سارے لوگوں کو اپنی اَور دُوسروں کی تنہائی یا علیحدگی کا کوئی عِلم نہیں ہوتا۔ میری مُراد اِس سے یہ نہیں کہ بعض لوگ تنہا ہوتے ہیں ایک شخص تنہا ہوتا ہے تَو بھی وہ تنہا نہیں۔ ایک آدمی ایک گروہ میں ہوتا ہوُا بھی تنہا ہے۔ تنہائی سے مُراد رُوح کی تنہائی ہے۔ بہُت سے بکواسی اور باتونی لوگ بھی جو اپنے دِل کی تمام باتیں کہہ ڈالتے ہیں اکثر اوقات

تنہا محسوس کرتے ہیں۔ ہر ایسا آدمی جو اپنا مرکز آپ ہے اُس کا رُوح تنہا ہے ایسا آدمی ایک قلعہ کی مانند ہے۔ ایک دروازہ ہے جس میں سے کوئی شخص لُوٹ مار کرنے کے لئے ٹُوٹ پڑتا ہے۔ ایسے روشندان ہیں جنکے ذریعے کوئی زہریلے تیر پھینکتا ہے۔ یقیناً ایسی جگہیں ہیں جن پر سے کوئی نیچے دُوسروں پر نِگاہ ڈالتا ہے لیکن تمام قلعہ تنہا ہے اور دروازے پر بڑے حروف میں لفظ "میرا" لِکھا ہُؤا ہے۔ اِس قلعے کے مالک کا نام "مَیں" ہے۔ ہر بات اِس "مَیں" کے حُکم سے عمل میں لائی جاتی ہے۔ اَور قوانین بھی "میرے" قوانین ہیں۔ ایک قِسم کی سماجی زِندگی اِس مالِک یعنی خُودی اَور دُوسروں میں پائی جاتی ہے۔ ایک قسم کا رابطہ ہے۔ لیکن قِلعہ کی فِضا ہر بات پر چھائی ہُوئی ہے۔ ہر بات میری مرضی کے مُطابق عمل میں لائی جائے اَور جِس طرح مجھے پسند ہو اَور جِس طرح مُجھے مُوافق ہو اُسی طرح کِیا جائے۔ ایسی زِندگی تنہائی کی زِندگی ہے۔ بہت ساری مصروفیات کے درمیان بھی یہ تنہا زِندگی ہے۔ کیونکہ تمام لوگ جو آتے جاتے ہیں سب میری خاطر ہیں کوئی ایسا داخل نہیں ہوتا جو "تُو" سے نامزد ہے۔

قرونِ وسطیٰ کے قلعوں کو بعض اوقات دُوسرے تسخیر کر لیا کرتے تھے شاید یہی تُمہارے قلعے پر بھی واقعہ ہو۔ صرف ایک ہی طاقتور ہے جو تُمہارے قلعے کو مُسخر کرنے کے لئے کافی طاقتور ہے۔ اِس زبردست "مَیں" کو اپنے سے دُور کرو اور اپنے قانُون کو ہٹا دو۔ یہ طاقتور جو واحد فاتح ہے کِسی طاقت یا جنگ یا مخالفت یا کِسی کی مرضی کو تابع کرنے کے وسیلے سے فاتح نہیں ہوتا۔ وہ اِس طور سے کوئی کام نہیں کرتا۔ اِس خودی نے اِس قِسم کے حملوں کو روکنے کے لئے بہت کُچھ کر رکھا ہے۔ یہ واحد فاتح اَور ہی طریقوں سے

اِس قلعے کے اندر داخل ہوتا ہے۔ وہ اِس خُودی کو محبّت سے دُور کرتا ہے
اِس آہنی دروازے کو مُعافی کے ذریعے توڑتا ہے۔ اِس خُودی کو تخت سے
قُربانی کے ذریعے نیچے اُتارتا ہے۔ بلکہ اِس کے لِئے اپنی جان بھی دے
دیتا ہے۔ اِس فاتح کا نام یِسُوع مسیح ہے + اَور یہ فتح اُس وقت ہوتی
ہے جب خودی اپنے آپ کو ایک قلعہ کے مالک کی طرح جو فاتح کو یہ کہکر
قبول کرتا ہے کہ "آ۔ اَب تُو میری زِندگی کا مالک ہے" تابع کر دیتی ہے
اِس قِسم کی دستبرداری کا نام اِیمان ہے۔ اِس عمل سے یعنی خُداوند یِسُوع
مسیح کے وسیلے آدمی کی زِندگی کھُل جاتی ہے "خودی" کا قانُون "دوسرے
قانُون" سے بدل جاتا ہے۔ تنہائی دُور ہوجاتی ہے جب کہ "دوسرا" قانُون
جاری ہوجاتا ہے۔ تنہائی کی جگہ شراکت آجاتی ہے۔ شراکت کا مطلب
یہ ہے کہ خُودی اپنے آپ کو دُوسرے پر ظاہر کر دیتی ہے۔ لہٰذا "مَیں"
اَور "تُو" دونو ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔ شراکت اَور محبت ایک ہی ہیں
اَور یہ محبّت صِرف اِیمان ہی سے آتی ہے یا جِس کا مطلب ہے کہ خُداوند
یِسُوع مسیح کے وسیلے سے آتی ہے +

اپنے پڑوسی سے اپنی مانند مُحبّت رکھ۔ اِسکی تکمیل صِرف مسیح نے
کی۔ اِس کو ہمارے لِئے پورا کرنے کے سبب سے ہم اَب اُس سے مغلُوب
ہوکر اُس کو پُورا کرنا شروع کرتے ہیں "اِیمان جو محبّت کی راہ سے اثر کرتا
ہے" صرف اِسی طریقہ سے تنہائی دُور ہوسکتی ہے اِس قِسم کی نئی زِندگی
اُس شخص میں شروع ہوتی ہے جِس پر یِسُوع فتح پاتا ہے۔ شراکت تنہائی
کی جگہ اِختیار کرلیتی ہے۔ زِندگی ایک "تُو" کے راستے پر چل پڑتی ہے
نہ کہ خُودی کے راستہ پر +

صرف اِیمان ہی شراکت کو پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کے اُلٹ بھی صحیح ہے کہ اِیمان شراکت سے پیدا ہوتا ہے۔ ضرورت ہے کہ دُوسرے بھی اِیمان لانے کے قابِل بنیں۔ کوئی شخص خُود بخُود مسیحی نہیں ہو سکتا۔ ایک آدمی اکیلا رہ کر تمام قِسم کی باتیں کر سکتا ہے لیکن ایک آدمی اکیلا رہ کر مسیحی نہیں بن سکتا۔ ضرور ہے کہ میرا کمزور اِیمان جگایا جائے۔ اُس کو نیا بنایا جائے۔ اُس کو تقوِیت دی جائے اور دُوسروں کے اِیمان سے وہ پاک کیا جائے۔ اِیمان لانے کے لِئے ہم کو تقوِیت دِی جائے اور دُوسروں کے اِیمان سے وہ پاک کِیا جائے۔ اِیمان لانے کے لِئے ہم کو ایک ساتھ ہونا ہے "جہاں دو یا تین میرے نام پر اِکٹھے ہیں وہاں مَیں اُنکے بیچ میں ہُوں" ہم کو یہ دوبارہ سیکھنا ہے۔ آج کل ہر ایک بات پرائیویٹ اور شخصی ہوگئی ہے۔ میری جائداد شخصی ہے۔ میرے کام شخصی ہیں۔ یہاں تک کہ اِیمان بھی شخصی اور پرائیویٹ ہوگیا ہے۔ لیکن اگر اِیمان تنہا ہے۔ شخصی ہے تو ضرور برباد ہو جائیگا۔ یہ صِرف شراکت ہی سے قائم رہ سکتا ہے۔

ہماری کلیسیا اِس قِسم کی شراکت صِرف ایک بقیّہ ہے۔ آجکل جو کچھ بطور شراکت کے ہم کو پیش کرتی ہے اُس سے ہماری تسلّی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ تمام ہفتہ اکیلے چھوڑ دیئے جائیں تو اِتوار کو خُدا کا کلام سُننا تمہارے لِئے کافی نہیں۔ ہم سب کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارا اِیمان اور دُعا دُوسروں کے اِیمان کے ساتھ مِل کر مضبُوط بنے۔ اور ہمارا اِیمان اَور محبّت دُوسروں کے اِیمان اور مُحبّت کے ذریعے اَور ساتھ بڑھے پہلے مسیحی روزانہ ایک دُوسرے کے ساتھ دُعا مانگتے میں اور روٹی توڑنے میں شریک ہوتے تھے۔ اُسی قِسم کی بات اَب دوبارہ کلیسیا میں آنی چاہیئے

ورنہ ساری تبلیغ اور منادی بیکار اور بے سُود ہے۔ جو کچھ اتوار کو بویا جاتا ہے اگر شراکت سے اُس کو نہ سنبھالا جائے تو جلدی برباد ہوگا۔ فرد بڑا لاپرواہ اور کمزور ہے "ایک گِر سکتا ہے لیکن دو اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ ہم ایک ساتھ اپنے آپ کو ظاہر کریں ورنہ خُودی ہماری مالک ہوگی اور سب کچھ "میرے لِئے"، زندگی کا قانون بن جائیگا۔ جب ہم اپنے ایمان میں دُوسروں کو حصے دار نہیں بناتے تو ہم تنہا رہتے ہیں اور خود غرض لوگ ہیں۔ جس طرح خُداوند مسیح نے ہمارے دِل کو کھولا ہے آؤ! ہم ایمان کی شراکت کی جستجو کریں +

---

۲۸ - کلیسیا

عام مسیحی ایمان کا اقرار اس طرح سے ہے "کہ میں اعتقاد رکھتا ہُوں ایک پاک اور رسُولی کلیسیاء عام میں"۔ اِس فقرے کا ایک ایک لفظ موجُودہ زمانے کے آدمی کے لِئے اور ایک اوسط درجے کے مسیحی کیلئے بعید از قیاس ہے۔ لُوتھر نے لفظ کلیسیا کے معنی ایک "خلا" کے بیان کئے ہیں "اور مسیحی لوگ" کے لفظ کو ترجیح دی ہے۔ اکثر لوگوں کے لِئے کلیسیا کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑی عمارت ہے جس میں بڑے بڑے بُرج اور عالیشان گھنٹوں کی آواز سُنائی دیتی ہے جہاں ہزاروں لوگ ہر اتوار کو عبادت کے لِئے اکٹھے ہوتے ہیں یقیناً یہ سب کچھ کلیسیا نے استعمال کیا اور یہ ہم کو یاد دِلاتا ہے کہ کلیسیا میں سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ انجیل

کا اعلان کیا جائے - لیکن اس کے ساتھ ہی غلط فہمی بھی بہت بڑی ہے -
لیکن نزدیک کی چھوٹی عبادت گاہ بھی جو بڑی عمارت کے پاس ہی ہے کلیسیا
کہلانے کی حقدار ہے - کلیسیا صرف وُہی نہیں جس میں پاسبان ہو نئے عہد
نامے میں جس لفظ کا ترجمہ کلیسیا کیا جاتا ہے اُس کے کیا معنی ہیں ؟ جس
کلیسیا کا ذِکر عقیدہ میں ہے اُس سے کیا مُراد ہے ؟

یُونانی زبان میں لفظ کلیسیا کو "ایکلیسیا" (εκκλεσια) کہا گیا ہے
جس کا مطلب ہے چُنی ہُوئی جماعت - جیسا کہ گُذرے وقتوں میں منادی
کرنے والا منڈی کی جگہ میں کھڑا ہو کر بادشاہی اعلان پڑھا کرتا تھا اور لوگ
تمام جگھوں سے اُس کو سُننے کے لِئے جمع ہو جاتے تھے اور بڑی تابعداری
سے اُس اعلان کو سُنتے تھے یا جیسا کہ بھرتی کرنے والا افسر ایک گاؤں
میں آیا کرتا تھا اور نوجوانوں کو ایک بڑی اعلےٰ تقریر کے ذریعے جیت
لیتا تھا تاکہ وہ کسی بڑے سپاسالار کی فوج کے لئے بھرتی ہو جائیں
اُسی طرح سے ہمارے درمیان خُدا کا یہ اعلان کہ نجات حاصل کرو سُنایا
جاتا ہے - اور یہ کہ دُنیا کا نجات دینے والا بُلاتا ہے " کہ اَے سب
لوگو - . . . . میرے پاس آؤ " وہ گروہ جو سُنتا اور اِس اعلان
کو قبول کرتا ہے خُدا کی اِس فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے وہ فوج جو اُس نے
جیتی ہے اور جِس کو اُس نے قیمت سے خریدا ہے یہی کلیسیا ہے - ہر ایک
جو مسیح کی اِس بُلاہٹ کو سُنتا ہے اِس کلیسیا کا ہے خواہ وہ کاتھولک ہو -
کویکر (QUAKER) ہو - میتھوڈسٹ ہو یا ریفارمڈ کلیسیا سے تعلق
رکھتا ہو - ایک ہی بات فیصلہ کُن ہے کہ کیا آپ نے واقعی سُنا ہے اور
بُلاہٹ کو قبول کیا ہے یا کیا صرف آپ ظاہری طور پر اِس یا اُس کلیسیا

ہیں شامل ہو گئے ہیں۔ اور چونکہ یہ فیصلہ کُن امر کبھی دِکھائی نہیں دیتا اور اندازہ نہیں کِیا جا سکتا یا ظاہری طور پر اِس کی اہمیت نہیں جانی جا سکتی اور نہ ہی یہ ایک بڑے بادشاہ کی فوج کی مانند ہے اِس لِئے کوئی شخص خُدا کی فوج کے افراد کو نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اُن کی پہچان کر سکتا ہے۔ کیونکہ خُدا کی اِس بُلاہٹ کا سُننا اور قبُول کرنا ایک مخفی امر ہے جس کو صرف خُدا ہی جان سکتا ہے۔ ہم ایک نادیدنی کلیسیا کا بھی تذکرہ کرتے ہیں +

یہ یقینی بات ہے کہ مسیح کو کِسی نادیدنی فوج کی خواہش نہیں۔ وہ ایک ایسی قِسم کا لشکر چاہتا ہے کہ اِس دُنیا کے فرزند بھی جو ایمان کے مُتعلق کُچھ نہیں جانتے اور نہ ہی جاننے کی خواہِش رکھتے ہیں کہ یہ پہچان سکیں کہ کوئی ایسی زبردست چیز ہے جو کہ اِن میں تاثیر کر رہی ہے جو بُلائے ہُوئے سپاہی ہیں اور اپنی مرضی کی تابعداری چھوڑ کر وہ ایک بڑی نادیدنی ہستی کی تابعداری کر رہے ہیں۔ اور مسیح اِس گروہ کو اپنے بھرتی کرنے والے افسروں کی معرفت بھرتی کرتا ہے یعنی اُس کے منّاد۔ پہلے منّاد رسُول تھے اور اِسی وجہ سے کلیسیا کو رسُولی کہتے ہیں۔ کلیسیا اُن پر قائم ہے یعنی اُس پیغام پر جو اُنہوں نے دِیا اور اُس پیغام پر کہ خُدا کا بیٹا مسیح جو مصلوب ہُوا۔ جی اُٹھا۔ جو خُدا کی بادشاہی اور حکُومت کا پیغام ہے۔ ہر ایک جو مسیح کے اِس پیغام کو کہ وہ خُدا اور بادشاہ ہے سُنتا ہے اِس کلیسیا میں شامل ہونا ہے اور اِس کا مطلب ہے کہ وہ خُدا کی بادشاہی میں ہے جو اب مخفی ہے لیکن تمام باتوں کے خاتمے پر ظاہر ہو جائیگی +

کلیسیا نہ صرف "رسُولی" ہے یعنی "جو رسُولوں نے قائم کی" بلکہ یہ عالمگیر بھی ہے۔ پہلے اِس کو "کیتھولک" کلیسیا کہا جاتا تھا لیکن ہر ایک آدمی اِس

سے رومن کلیسیا سمجھتا تھا جو ایک بالکل فرق بات ہے۔ عالمگیر کا مطلب ہے کہ یہ تمام دُنیا پر چھائی ہُوئی ہے۔ ایک فوج ہے خواہ وہ سوئٹزرلینڈ میں ہو خواہ انگلستان میں یا جاپان میں جہاں کہیں بھی "لوگ" خُداوند یسوع کے نام پر اِکٹھے ہوتے ہیں"۔ ہر وقت اور ہر جگہ" عالمگیر اِس لئے بھی کہ تمام قومی کلیسیاؤں۔ عقاید اور فرقوں کے اِختلافات کو دُور کر دیتی ہے۔ مسیح اپنے تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت میں اِکٹھے نہیں کرتا اور نہ ہی وہ تمام ممالک میں بکھرے اور پراگندہ ہیں بلکہ وہ تمام کلیسیا کے اِنتظامات میں پائے جاتے ہیں۔ اِس آخری بات کے لئے رومن کیتھولک کلیسیا بجا طور پر آہ و نالہ کرتی ہے۔ صرف ایک ہی کلیسیا ہونی چاہیئے۔ اِس کی کِتنی ہی کشیدہ طاقت ہوتی اور اِس کا تمام دُنیا کے اُوپر کِتنا دبدبا ہوتا مگر اِس کے برعکس کہ کلیسیا کِتنے حصّوں میں مُنقسم ہے مسیح کے نام پر تکفیر ہے۔ اور یہ اِس لئے ہے کہ لوگ اُس سچائی پر قایم نہ رہے یعنی وہ سچائی جس کی منادی رسُولوں نے کی اور پھر اِس لئے بھی کہ غرور۔ لڑائیاں۔ جھگڑے اور ظاہری خودنمائی کو بھی ضروری سمجھا گیا جو کہ خُدا کی بُلاہٹ سے کہیں دُور ہے۔ معمُولی وجوہات کے باعث کئی فرقے بن گئے۔ کوئی "منضبط کلیسیا" رُوحانی طور پر غافل اور کمزور ہوگئی۔ ایک ہی کلیسیا ہونی چاہیئے اور یہ صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ایک زبردست اِیمانی تجدید ہو اور ایک ایسی نئی اصلاح ہو جو کہ انجیل کی گہرائیوں سے پیدا ہو +

سب سے زیادہ مشکل اور ضروری لفظ پاک کلیسیا ہے۔ پاک کے معنی وہ نہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ اِس کا مطلب ہے کہ کلیسیا "خدا کی"۔

ہے - یہ صرف کلیسیا کی تعریف نہیں بلکہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے بھی دُرست ہے وہ جو کہ خُدا کا نہیں - جو کہ حقیقی معنوں میں بھرتی نہیں ہُوا بچایا نہیں جا سکتا بلکہ ہلاک ہوگا - آدمی خُدا کا ہے اور صرف اُسی وقت پاک ہو سکتا ہے جب کہ وہ مُعافی کے الٰہی وعدے کو توبہ اور ایمان سے قبول کرتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ایک نئی قسم کا آدمی کلیسیا میں قبول کیا جاتا ہے - ایک نیا عضو بدن میں بڑھ جاتا ہے "جس کا سر مسیح ہے" + کوئی کس طرح سے کلیسیا میں شامل ہوتا ہے ؟ - صرف ایک ہی طریقے سے کہ وہ دِل سے اور پُوری تابعداری سے خُدا کے کلام کو قبول کرلے "سب قوموں میں سے لوگ ایمان کے تابع ہوں" یہی پولُوس کا واحد مقصد تھا اور صرف اِسی طرح سے اُس نے کلیسیا کو جو خُدا کا لشکر ہے قائم کیا - ایمان کی تابعداری کلیسیا شراکت کی کسوٹی ہے +

۲۹ - ساکرامینٹس

بہت سارے اچھے مسیحی بھی نہیں جانتے کہ ساکرامینٹوں کا کیا مطلب ہے - یعنی بپتسمہ اور عشائے رّبانی - وہ ایسی واجب التعظیم رسُومات ہیں جنکو کلیسیا ہمیشہ سے مانتی آئی ہے - جن میں کوئی شخص تعظیم کے طور پر حصّہ لیتا رہا ہے یا تو اِس لئے کہ کلیسیا اُن کو مانتی آئی ہے یا شاید محض عادت کے سبب سے یا "اِس لئے کہ یہ بھلا معلوم دیتا ہے" شہروں میں عشاء ربانی

کی طرف سے عام طور پر لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ اِس کثیر تعداد میں سے قریباً چوتھائی لوگ جو گرجا میں بڑی عیدوں کے موقعہ پر جمع ہوتے ہیں عشاءِ رُبّانی کے لئے ٹھیرتے ہیں۔ کیا کلیسیا کے پیڑ پر یہ ساکرامنٹ خشک ڈالیوں کی طرح ہیں اِس طرح کہ کبھی یہ رُسُومات تھیں لیکن اب وقت کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے ہیں؟

ہمارا خُداوند یہ جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے جب اُس آخری رات کو اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ "میری یادگاری کے لئے یہ کیا کرو"۔ اِن ساکرامنٹوں کے بغیر کلیسیا اَب تک نابُود ہو چُکی ہوتی اور کلیسیا کے معدُوم ہونے پر مسیحی اِیمان اَور بائبل بھی جاتے رہتے۔ ساکرامینٹیں الٰہی بخشش ہے جس نے کلیسیا کو سہارا دے رکھّا ہے کہ وہ برباد نہ ہو جائے۔ کتنی کلیسیائیں ہیں جو کہ آجکل محض اِس بائبل کے سہارے کھڑی ہُوئی ہیں۔ یعنی ایک ہی بائبل کے عام اصول پر جو اَب تک قائم ہے اُس خادم الدین کے توہمات کے مقابلے میں جو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے نہ کہ کلام پر۔ کسی بے دھڑک خادم الدین نے بھی ابھی تک اِن ساکرامنٹوں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جُرأت نہیں کی اَور وہ جیسے ہیں ویسے ہی ہیں۔ ایک شخص کلام کے الفاظ کی تشریح اس طرح کر سکتا ہے کہ وہ اِلفاظ بالکل بر خِلاف معنے دیں لیکن خُدا کا شکر ہے کہ ساکرامنٹوں کے اِلفاظ خُود مختار ہیں اور کوئی خادم الدین اُن کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ کلیسیا کے پیغام کا جُز ہیں اور اُن پر کسی اَور تشریح اَور دلیل کا اثر نہیں ہو سکتا اور اِس لئے وہ خاص برکت کا باعث ہیں۔

ہاں ساکرامنٹوں میں ہمارے لئے ایک پیغام ہے۔ خُدا اُن میں سے

ہوکر ہم سے کلام کرنا چاہتا ہے۔ ایک وقت وہ ہمارے کان میں کہنے کی بجائے آنکھ کے ذریعے کلام کرتا ہے اور کبھی ہماری تقریر کی بجائے وہ کسی عمل کے ذریعے کام کرتا ہے لہذا ہمارے پاس کوئی عُذر باقی نہیں رہتا۔ چُونکہ جسمانی چیزیں رُوحانی چیزوں کی نسبت زیادہ اثرانداز ہوتی ہیں ہم کلیسیا کے پیغام کو سمجھ نہیں سکتے +

ساکرامینٹیں آنکھ اور تمام بدن کے لیۓ خُدا کا پیغام ہیں۔ ہم کھاتے اور پیتے ہیں اور تمام آدمی بھی۔" تاہم یہ کھانا اور پینا نہیں بلکہ خُدا کو اجازت دینا ہے کہ جو کچھ وہ ہم سے کہنا چاہتا ہے کہے۔ وہ جو کہ سوائے انجیل کے اور کچھ نہیں جو کہ صلیب کے پیغام کے مرکز پر جمی ہوئی ہے۔ صرف ایک ضروری شے ہے کہ خُدا کے اُن وعدوں کو قبول کریں اور چھاتی سے لگائیں جو ساکرامنٹوں میں مندرج ہیں پاک عشاء میں خُدا ہمارے اُوپر ایک اثر کرتا ہے۔ جب خادم الدین روٹی اور مے آپ کو دیتا ہے خُدا اپنا فضل تقسیم کرتا ہے۔ وہ اِس عمل میں حاضر ہے خواہ خادم الدین معتقد ہو یا نہ ہو۔ خُدا اِس طور سے موجُود ہے کہ وہ آپ کے دِل کو چُھو سکے۔ آپ کو عاجز بنائے اور سربلند کرے۔ آپ کو توبہ اور اِیمان کی طرف متوجہ کرے +

یہ کیوں لازمی ہے کہ ہم اِس خاص طریقے سے خُدا کے کلام کا ذِکر کریں اگر یہ کِسی وعظ سے زیادہ ہم سے نہیں کہتا؟ ساکرامنٹوں میں کلام ہم کو ایک مختلِف طریقے سے ڈھونڈتا ہے اور کِسی اور راہ سے ڈھونڈتا ہے۔ بہُت سے اِلفاظ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ایک صریح اور صاف عمل کے ذریعے سے۔ سب سے اُوپر یہ اِس لیۓ غور کرنے کے لیۓ ضروری

ہے کہ خدا کا فرمایا ہُوا کلام آپ کے گھر میں بائبل میں ہے بلکہ وعظ بھی آپ کو گھر بیٹھے بٹھائے لاسلکی کے ذریعے سُنائی دیتا ہے اِس سہولت کے بہت سے فوائد ہیں لیکن ایک زبردست بُرائی بھی نشوونما پاتی ہے کہ لوگ خُدا کا کلام سُننے کے لِئے اِکٹھے جمع نہیں ہوتے اور خُدا کی شکرگذاری باہم مِلکر دُعا اور گانے کے ذریعے سے نہیں کرتے۔ایک آدمی ایک خُفیہ مسیحی بن جاتا ہے اور کلیسیا کا مطلب نہیں سمجھتا اور نہ ہی اُسکو اِیمان کی شراکت کے مُعانی معلُوم ہوتے ہیں تاہم اِیمان کی شراکت اِیمان کا ایک لازمی جُز ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ہم کِسی فن کے کام میں خُوش ہوں یا کِسی گانے یا تقریر سے حظ اُٹھائیں اور اِس عِلم اور عقل کو بغیر کِسی دُوسرے شخص کی موجُودگی کے بڑھائیں۔ان فضاؤں میں خُوشی اور ترقی کے لِئے دُوسروں کی موجُودگی کی ضرورت نہیں۔ایک شخص اکیلا ہی اِیمان نہیں رکھ سکتا۔ اصل میں خُدا کے کلام کا یہ مقصد ہے کہ وہ اس علیحدگی پر قابُو پائے اور ہم کو اس علیحدگی سے باہر دُوسروں کے ساتھ رفاقت کرنے کے لِئے لے جائے۔ خُدا کا کلام اور شراکت کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔اِس لِئے ہمارے خُداوند نے ساکرامنٹ قایم کِئے تاکہ ہم خُدا کے کلام کو کوئی شخصی بات نہ سمجھیں بلکہ نہ صِرف رُوح میں ہی بلکہ عملی صُورت میں بھی باہم ملیں +

ساکرامنٹ ہم کو کلیسیا سے باندھ دیتے ہیں۔وہ اَیسے عملی طریقے ہیں جن میں بہت سے لوگوں کی شمولیت ضروری ہے۔ اَیسے طریقے جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کِسی شخص کو خُدا کی نجات مِلتی ہے ہاں وہ خُدا کی نجات کو کِسی آدمی کے ذریعے سے ہی حاصِل کر لیتا ہے۔ خُدا اپنی اعلےٰ

بخششوں کو آدمیوں کے ذریعے سے دیتا ہے تاکہ ہم خُدا کے پاس آنے کے لئے آدمیوں کے پاس بھی آئیں وہ ہم کو ہماری تنہائی اور خود اعتمادی سے باہر نکالنا چاہتا ہے وہ ہم کو دُوسروں کے پاس اِس طور سے کھینچ لے جاتا ہے تاکہ ہم جانیں کہ دُوسروں کے محتاج ہیں۔ مسیحی وہ لوگ ہیں جنہوں نے محسُوس کیا کہ ہم اَوروں کے محتاج ہیں۔ بہُت سے اچھّے اَور قابل لوگ بھی اکثر اِس بات کو جاننے میں ناکام رہتے ہیں" میں اپنی زندگی کو خُود گذار سکتا ہُوں" یہ کہنا ہی گُناہ۔ غرور اَور محبّت سے خالی ہونا ہے۔ خُدا نے ہم کو اِس لِئے پَیدا نہیں کِیا کہ ہم خود غرضی کی زِندگی گذاریں بلکہ اِس لِئے کہ ہم" ایک دُوسرے کا بوجھ اُٹھائیں" ساکرامنٹ اَیسے پُشتے ہیں جو کہ کلیسیا کو گرنے سے بچاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اِجازت نہیں دیتے کہ کوئی شخص اکیلا نجات حاصِل کرے۔ صِرف جماعت میں اور یہ اِقرار کرنے سے کہ" مُجھ کو دُوسرے کی ضرورت ہے" آپ کو نجات مِل سکتی ہَے۔ ورنہ آپ خُود مُطمئِن رہینگے اَور ہرگز نہیں بچینگے +

۳۰۔ بپتسمہ

اِس کِتاب کے پڑھنے والوں میں سے چند اَیسے بھی ہیں جو بپتسمہ یافتہ نہیں لیکن بہُت سے اَیسے بھی ہونگے جو بپتسمہ پانے کے مُعانی سے واقِف نہیں" ایک آدمی کا نام رکھا جاتا ہے" اور یہی ہے جو بپتسمہ کے وقت کِیا جاتا ہے۔ کیا جب جنگی جہازوں کا نام رکھا جاتا ہے تو اُن کو مخصُوص

نہیں کِیا جاتا؟ نہیں! تُمہارا نام رکھا گیا جب کِسی سرکاری افسر نے تُم کو پَیدائش کے رجسٹر میں درج کِیا۔ اِس مقصد کے لِئے کِسی بپتسمہ کی ضرورت نہیں تھی۔

گذرے وقتوں میں غلاموں کی پیٹھ پر اُن کے مالکوں کا نام لوہے سے داغا جاتا تھا۔ تُمہارے بپتسمہ کے وقت خُدا نے اپنا حق تُم پر جمایا۔ تُم کو تُمہارے نام سے پُکارا اور اس کے بعد اپنی مُہر تُمہارے اُوپر لگائی اور تُم کو اپنا کہا۔ آدمی کے کلام اور عمل کے ذریعے بپتسمہ کے وقت یہ چھاپ، "خُدا کی ملکیت" تُمہارے اُوپر مُہر کی گئی۔ یہ اِلفاظ "خدا کے اپنے" تُمہارے اُوپر کلیسیا کی طرف سے جو مسیح کی کلیسیا ہے کہے گئے۔ خُدا نے تُمہارے اُوپر اپنا حق کلیسیا کے ذریعے جمایا۔

کیا بپتسمہ کے بغیر خُدا کے نہیں کیونکہ ہم اُس کی مخلُوقات ہیں؟ یہ یقینی ہے۔ ہم اِس کو نہ جانتے اگر خُدا نے اپنے کلام میں ہم کو فرمایا نہ ہوتا۔ بغیر خُدا کے کلام کے نہ تو خُدا کو اور نہ ہی اپنے آپ کو پہچان سکتے۔ خُدا کے کلام کے بغیر ہم یہ نہیں جان سکتے کہ ہم اُس کی مَلکیّت ہیں۔ اور یہ بھی نہیں جان سکتے کہ اِس مَلکیّت کا ہماری زندگی کے لِئے کیا مطلب ہے۔ اُسکے بیٹے ہمارے خُداوند یسُوع مسیح میں خُدا نے ہمکو دکھایا ہے کہ اُسکی مَلکیّت ہونے کا کیا مطلب ہے اور اُس کا ہمارے ساتھ کیا رویّہ ہے۔ خُدا مسیح یسُوع میں ہم کو اپنی مَلکیّت اِس لِئے نہیں بناتا کہ وہ ہمیں دِکھائے کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے ہمارے ساتھ کر سکتا ہے جیسا کہ غلاموں کا مالک اپنے غُلاموں کے اُوپر اپنا نام ثبت کر دیتا ہے واقعی وہ جو کچھ چاہے ہمارے ساتھ کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہمارا خالق ہے اور ہم اُس کی مخلُوقات ہیں۔ وہ

نہیں چاہتا کہ ہم اُس سے غلاموں کی طرح ڈریں بلکہ یہ کہ اُسکو پیار کریں کیونکہ اُس نے پہلے ہی ہمکو پیار کیا۔ "خُدا نے دُنیا سے ایسی محبّت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دِیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔" یہی خوشخبری ہے۔ اِسی طریقے سے خُدا ہم پر اپنا حق جماتا ہے اَور اِس طریقہ سے وہ کلیسیا کے ذریعے ہم پر اعلان کرتا ہے کہ "تُو میرا ہے" +

بپتسمہ خُدا کا ماقبل پیار ہے جو کہ اِنسانی کوشِش سے مُقدّم ہے جب ہمارے دھرم والدین نے ہم روتے ہوئے بچّوں کو اُٹھایا اَور بپتسمہ کے لِئے خادم الدین کے سامنے پیش کِیا ہم اُس کی نِسبت کُچھ نہیں جانتے۔ "اُس نے پیار سے ہمکو قبُول کِیا پیشتر اِس کے کہ ہم نے اُس کا خیال کیا۔" اُس نے ہم کو ایک نام دِیا جو کِسی سرکاری کِتاب میں درج نہیں۔ خُدا کا فرزند! یہ بخشش ہمارے لِئے پہلے ہی تیار تھی۔ اِس سے پیشتر کہ ہم اپنے حسب نسب سے واقف ہوں اُس نے ہم کو پیار کِیا +

تو کیا ہم بپتسمہ کی وجہ سے خُدا کے فرزند ہیں؟ کیا یہ اِتنا ہی سادہ اَور سستا ہے؟ ہاں اگر تُمہارا یہ اِیمان ہو "جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ...." واقعی اِیمان اِتنا سادہ اَور سستا نہیں۔ بپتسمہ بھی ہم پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ بپتسمہ لفظ "بیپٹیزو" (Baptizo) سے اخذ ہوتا ہے جس کے معنی ڈبونا ہے۔ گذرے وقتوں میں بچّوں پر پانی نہ صرف چھڑکا جاتا تھا بلکہ اُن کو ڈبویا جاتا تھا اور اِسی طرح سے پہلے مسیحی نوجوانوں کو بپتسمہ دِیا جاتا تھا۔ یہ کیوں کِیا جاتا تھا؟ اِس بات کو ظاہر کرنے کے لِئے

کہ ہم خُدا کے ہو جانے کے لئے مریں- ہم مسیح کی مَوت میں بپتسمہ پاتے ہیں- اگر ہم اُسکی زِندگی میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو ہم کو اُس کی مَوت میں بھی حِصّہ لینا ہَے - قُدرتی طور پر ہم اَیسے ہَیں کہ ہم خُدا کے کہلانا نہیں چاہتے بلکہ اپنے کہلانا چاہتے ہیں- ہماری زِندگی کا" خُداوند" کہتا ہے کہ مَیں خُداوند اپنا خدا ہُوں! ایسی خُود مرضی- اپنی تلاش کرنے والا اور اپنی ستائش چاہنے والا "مَیں" ڈبو دینا چاہیئے- اَور یہ اِتنا" سستا اَور آسان" نہیں- اِس کی بہُت قیمت ہَے- خُداوند یسُوع نے اِس کے لِئے اپنی جان دِی"- ایمان لانا" کہ ہم خُدا کے ہیں- خُداوند مسیح کے ساتھ مصلوُب ہونے سے کہیں بھی کم نہیں یہ جانتے ہُوئے کہ اُسے ہمارے لِئے مرنا تھا اَور یہ اِیمان رکھتے ہُوئے کہ واقعی ہمارے لِئے مرگیا- واقعی آپ کے لِئے- اَور اِس طور سے ہر اَیسی بات کو دُور کر دِیا جو خُدا سے ہم کو جُدا کرتی ہَے- لُوتھر کہتا ہَے کہ پُرانا آدم روز مرّہ کے رنج اَور توبہ میں نئے سِرے سے غرق ہونا ہَے اَور ہر بات کو ترک کرنا ہے جو خُدا سے ہمکو جُدا رکھتی ہَے- بپتسمہ صرف ایک ہی دفعہ ہوتا ہَے لیکن ہمارا اِیمان لگاتار نئے سِرے سے ہوتا رہتا ہَے- کیونکہ بپتسمہ ہم کو صرف اِیمان ہی سے بچا سکتا ہے"- جو کوئی اُس پر ایمان لائے ...."

لہٰذا ہم نہ صرف باپ اَور بیٹے کے نام پر بپتسمہ پاتے بلکہ رُوح القُدس کے نام پر بھی"- اب اگر کِسی آدمی میں مسیح کا رُوح نہیں تو وہ اُس کا نہیں"+

۳۱۔ عشاءِ رُبّانی

مسیحی کلیسا میں جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ شراکت کا ذریعہ بنے کسی اَور بات پر اِتنی بحث و تکرار نہیں ہوئی جتنی کہ عشاءِ رُبّانی پر۔ بہُت تھوڑی باتیں ہیں جن پر اِتنے دقیق دینی مُستند اقوال بنائے گئے جتنا کہ عشاءِ رُبّانی کے لِئے جو کہ یقینی طور پر اِس لِئے قائم کی گئی کہ الٰہی مدد سے اِس میل مِلاپ کا پیغام سمجھا جا سکے۔ یہ خوشخبری کے دِل کی ایک ظاہرا تصویر۔ عظیم بخشش جس کے ذریعے خُدا ہم کو اپنی نزدیکی میں کھینچنا چاہتا ہے+

یہ پہلے بتانا ہے کہ عشاءِ رُبّانی ایک جادُو نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ یہ "خُدا کا" مشرح کلام ہے اَور اِس لِئے دِیا گیا کہ ہم نہ صرف الٰہی فضل کے پیغام کو سُنیں بلکہ اِس کو دیکھیں اَور صاف طور پر دیکھیں۔ یہ سب کچھ واقعہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ "سب" الٰہی میل مِلاپ کا ایک ناقابلِ عفو معجزہ ہے+

عشاءِ رُبّانی میں روٹی اَور شیرہ تقسیم کِئے جاتے ہیں۔ ہم کو کھانا اَور پینا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ہم کو ایک اَیسی شَے حاصِل کرنی ہے جس کے باعث ہم جیتے رہیں۔ لیکن یہ روٹی اور یہ شیرہ صرف اظہار اَور نِشانات ہیں۔ زِندگی کی رُوحانی روٹی اَور زِندگی کی رُوحانی مَے مسیح خُود ہے "مَیں زِندگی کی روٹی ہُوں - وہ جو مُجھ پر اِیمان رکھتا ہے۔ کبھی پیاسا نہ ہوگا" یہ "وہ جو اِیمان رکھتا ہے" خُداوند مسیح کے اِرشاد میں ایک بڑا بھید ہے اَور اِسی طرح سے خُداوند کے عمل

کا یہ ایک گہرا بھید ہے۔ کہ اُس نے ہم کو اپنے کھانے کا ایک ساکرامنٹ (نشان) دیا۔ اِس مُقدّس عمل کے ذریعے خُدا ہم کو اپنا کلام یعنی یسُوع مسیح دیتا ہے تاکہ ہمارے اُس اِیمان کو تقویت اور زور بخشے جس کے ذریعے ہم مسیح کو قبُول کریں۔ خادم الدین یا ایلڈر ہی نہیں بلکہ خُدا عشاءِ رُبّانی میں کچھ کرتا ہے۔ صِرف روٹی اور شیرا ہی نہیں بلکہ مسیح خُود ساکرامنٹ میں حاضِر ہوتا ہے۔ واقعی ہمیں صرف اُس عام روٹی کو نہیں بلکہ مسیح کو جو زِندگی کی روٹی ہے کھانا ہے۔ یہ مُعجزہ ہے کہ خُدا اپنا کلام ہم سے کرے اور ہم اُس کو قبُول کریں۔ اور اِیمان سے اُس کو کھائیں۔ جس طرح سے کہ یہ عام روٹی کھائی جاتی ہے اَور یہ عام روٹی ہے اور روٹی ہی رہتی ہے اِسی طرح سے یقینی طور پر ایک اَور چیز بھی یعنی خُدا کا کلام، مسیح۔ زِندگی کی روٹی بھی کھائی جاتی ہے۔ دونو حقیقت میں کھائی جاتی ہیں۔ ایک جسمانی طور پر اَور دُوسری رُوحانی طور پر۔ رُوح بھی جسم کی طرح حقیقی ہے اَور چاہیئے کہ برابر اُس کی بھی پرورِش کی جائے۔ لیکن چُونکہ رُوح نادیدنی ہے اِس کی پرورش بھی نادیدنی روٹی سے ہونی چاہیئے۔ جس طرح گیہوں کی روٹی جسم کی خُوراک ہے اُسی طرح مسیح بھی رُوح کی روٹی ہے +

یہ اِتفاقیہ نہیں کہ ہم روٹی اَور شیرہ اِس ساکرامنٹ میں اِستعمال کرتے ہیں۔ مسیح نے اُس عشاءِ رُبّانی کو اپنے مصلُوب ہونے سے ایک رات پیشتر مُقرّر کیا۔ اُس نے روٹی کو اپنے بدن کے نِشان کے طور پر توڑا جو کہ اگلے دِن توڑا جانے والا تھا۔ اِسی طرح سے شیرہ اُس کے خُون کا نِشان ہے۔ عشاءِ رُبّانی "خُداوند کی موت" کا اظہار ہے۔ یہ ایک تذکرہ ہے بلکہ اِس سے بھی زیادہ کیونکہ اِسی وقت میں اُس کی مَوت کو بھی منتقل کرتا ہے

جب ایک آدمی مرجاتا ہے تو اُس کی مَوت کا مطلب اُس کے لئے اَور اُس کے عزیزوں کے واسطے یہ ہے کہ وہ آئیندہ کو مَوجُود نہیں۔ تاہم خُداوند مسیح کی مَوت اَیسی اِنسانی مَوت نہیں۔ مسیح کی مَوت کچھ اَور ہے جس سے خُدا تمام دُنیا کی اِمداد کرتا ہَے۔ مسیح کی مَوت خُدا کے کفّارے کا ایک کام ہَے۔ عشاءِ رَبّانی اِسی مَوت کا اعلان کرتی ہے۔ اور اِسی کے ذریعے ہم ابدی زِندگی پاتے ہیں۔ عشاءِ رَبّانی میں خُدا ہم کو کہتا ہَے کہ مَوت تمہاری زِندگی ہے اگر تُم اِیمان سے اُس میں حِصّہ لو تو اِسکے ذریعے تُم مصلُوب اَور زِندہ مسیح میں پیوستہ ہو جاتے ہو + اِسی اِیمان کے ذریعے تُم گنہگار صلیب کے پاس آتے ہو اَور یہ ابدی زِندگی تمہارے پاس آتی ہَے۔ اِیمان ہی سے تُم وہ حاصِل کرتے ہو جو مسیح کا ہے اور وہ سب جو تمہارا ہے اپنے اُوپر لے لیتا ہَے۔ یہ مخفی تبادلہ مسیح یسُوع میں خُدا کا فضل ہَے +

یہ فضل آپ کو خُدا کے کلام سے مِلتا ہَے خواہ یہ اُس کلام کے ذریعے سے جو مُنّاد کے ذریعے سے ہَے اور پُلپِٹ سے پیش کیا جاتا ہَے خواہ عشاءِ رَبّانی کے ذریعے سے جو خُدا کے فضل کی بابت کہتا ہَے یہ آپ کو صرف یہی بتانا چاہتا ہَے۔ وہ آپ کو اِس طرح بتانا چاہتا ہَے کہ آپ اُس کو دیکھ سکیں۔ اُس کو بہتر سمجھ سکیں اَور یقینی طور پر اِیمان لا سکیں +

ایک بات اَور ہَے۔ عشاءِ رَبّانی کے اِس عمل ہی سے ہمکو صاف طور پر بتلایا جاتا ہے کہ ہم کو خُدا کی نجات صِرف شراکت ہی سے مِل سکتی ہَے۔ ہر ایک، کہ اُس کے اپنے لئِے نہیں۔ عشاءِ رَبّانی شراکت کا ایک عمل ہَے۔ ہم صرف مسیح میں ہی پیوستہ نہیں ہوتے

بلکہ ہماری شراکت اپنے ہم جنس اِنسانوں کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے" ایک بدن جِس کا سر مسیح ہے" جب ایک بدن ہے تو ہر ایک عضو ایک دُوسرے کی بابت سوچتا ہے اور دُکھ اُٹھاتا ہے اور جو کوئی پاک عشاء میں سے بھائیوں کے ساتھ محبّت رکھنے کے بغیر چلا جاتا ہے اُس نے کچھ حاصِل نہیں کیا وہ فضول حاضر تھا کیونکہ صرف بھائیوں کی محبّت ہی اِس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ہماری مسیح کے ساتھ شراکت ہے +

۳۲ - مُستقبِل

مسیحی اِیمان باقی تمام اِیمانوں سے اِس بات میں فرق ہے کہ اِس میں یہ علم ہے کہ خُدا آ رہا ہے - کہ اپنے لوگوں کے پاس آئیگا - یہی پُرانے عہد نامے کا موضوع ہے اور نئے عہد نامے کا پہلا لفظ اِس کا خیر مقدم کرتا ہے" توبہ کرو کیونکہ خُدا کی بادشاہی نزدیک ہے" یہ تمام بڑی یادداشت اِس خوبصورت دُعا کے ساتھ بند ہوتی ہے" بے شک خُداوند یسُوع آ" انجیل آنے والے خُدا کی بادشاہی کا اعلان ہے اور آئندہ نجات اور ابدی کا مِلکیت کا یقین مسیحی اِیمان ہے +

نا اُمیدی ایک اِنسانی رنج ہے اور ہر کہیں جہاں لوگ یہ نہیں جانتے کہ خُدا آ رہا ہے نا اُمیدی کا دَور دَورہ ہے کیونکہ نا اُمیدی خیال کرتی ہے کہ دُنیا کی اِمداد نہیں ہو سکتی اور" یہ" کبھی بھی مدد نہیں

پا سکتا۔ بے شک لوگ اُمید تو رکھتے ہیں لیکن وہ صرف ترقی کی اُمید رکھتے ہیں جو کہ بتدریج ہوتی ہے۔ کسی کی اُمید ایک تندرست ریخ میں ہے یعنی وہ اچھی طاقتیں جو ہم میں کام کر رہی ہیں وغیرہ۔ یہ اُمید اصلی اُمید نہیں۔ اگر ہم صرف اپنی ہی طاقتوں پر بھروسہ کریں یعنی وہ طاقتیں جو دُنیا میں مخفی ہیں، تو ہم کھو جاتے ہیں ہماری اپنی طاقت کی نشو و نما یا دُنیا کی طاقتوں کا نہ ہونا ہم کو اُس بربادی سے بچا نہیں سکتی جو کہ موت اور گُناہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم صرف اپنے اُوپر ہی بھروسہ کریں یا جو کُچھ ہم میں یا دُنیا میں ہے اُسی پر اعتماد کریں۔ تب تمام چیزیں ایک ہی بڑی محرُومی میں ختم ہو جاتی ہیں +

بائبل ہم کو بتلاتی ہے کہ ہم کو ہماری اپنی طاقتوں پر پھینک نہیں دیا جاتا۔ دُنیا "مسدود" نہیں بلکہ خُدا کے سامنے کھُلی ہے۔ آپ اکیلے نہیں بلکہ خُدا کا آپ کے پاس آنا مُمکن ہے۔ یعنی خُدا آپ کو تنہائی سے مخلصی دیتا ہے۔ خُدا دُنیا میں گھُس آتا ہے۔ وہ قید خانے اور حبس میں گھُس جاتا ہے اور ناتواں قیدیوں کو نکال کر دِن کی روشنی میں لے آتا ہے۔ وہ اپنی بگڑی ہُوئی مخلُوقات کے درمیان آتا ہے تاکہ اُس کی اصلی خوبی اور کاملیت کو بحال کرے۔ خُدا آپ کے پاس آتا ہے تاکہ آپ کو بچائے۔ جب ہم یہ اعلان سُنتے ہیں تو دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کس طرح واقع ہوتا ہے اور کس طرح ایک کو معلُوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا ہے؟ دونو سوالوں کا ایک ہی جواب ہے۔ یسُوع مسیح۔ کیونکہ ہم یسُوع مسیح کو جانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں خُدا کی آمد کا کیا مطلب ہے۔ ایک نئی مخلصی۔ اور چُونکہ ہم یسُوع مسیح کو

جانتے ہیں اِس لئے یہ معلوم ہے کہ یہ مخلصی واقعی سچّی ہے ہم مسائل کا ذِکر نہیں کرتے یا ہمت افزا خیالات کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ایسی باتوں کا ذِکر کرتے ہیں جو واقعات ہیں "وہ زندگی ظاہر ہوئی اور ہم نے اُسے دیکھا ہے اور اُسکی گواہی دیتے ہیں اور اِسی ہمیشہ کی زِندگی کی تمہیں خبر دیتے ہیں جو باپ کے ساتھ اور ہم پر ظاہر ہوئی۔"

خُدا آچکا ہے "کلام مجسّم ہُوا اور ہم نے اُس کا جلال دیکھا۔" یسُوع مسیح حقیقی تواریخ بن گیا ہے۔ اُس میں ایک بڑی نئی بات بھی ظاہر ہوئی ہے۔ ایسی بات جو کہ دُنیا میں نہیں ہے اور تمہارے پاس بھی نہیں۔ زِندگی جو خُدا کے پاس سے آئی۔ محبّت۔ خُدا کی محبّت۔ جو کہ ہمارا گُناہ مُعاف کرتی ہے ہمیں ہماری بیماریوں سے شِفا دیتی ہے +

یسُوع کے ساتھ خُدا کی بادشاہی آئی۔ ایک نئی بات دُنیا میں اَب ہے جو پہلے نہ تھی یعنی اِیمان کے ذریعے خُدا کے ساتھ شراکت خُدا کا اِطمینان جو سمجھ سے باہر ہے۔ خُدا اور آدمی کے درمیان شراکت پاک رُوح میں زِندگی۔ سر اور اعضا ایک دُوسرے کے ساتھ پیوستہ "مُقدّسوں کی رفاقت"۔ لوگ جو کہ اپنے آپ میں یا فرداً فرداً مُقدّس ہیں بلکہ اُس میں شراکت کے ذریعے مُقدّس کِئے گئے ہیں۔ خُدا کی بادشاہی واقعی مَوجُود ہے جہاں کہ زِندہ اِیمان اور زِندہ محبّت خُدا کے ساتھ شراکت رکھنے سے پَیدا ہوتے ہیں +

خُدا میں یہ نئی زِندگی ایک بے حد بڑی اور قیمتی شے ہے۔ ایک نئی خُوشی یعنی خُدا کی خُوشی۔ یہ نئی طاقت۔ نیا اِرادہ ایک دُوسرے کے

ساتھ ایک نئی شراکت "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے۔ پرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ سب نئی ہو گئیں"

یہ نئی زندگی پرانی زندگی کو مٹا نہیں دیتی اُس میں اُسے رہنا پڑتا ہے لہذا یہ ایک نئی مخفی زندگی ہے۔ جس طرح کہ خدا کا جلال اور خدا کی بادشاہی مسیح یسوع میں صلیب کی فرمانبرداری اور خادم کی صورت ہونے کی حیثیت سے چھپی ہوئی تھیں۔ یہ نئی زندگی اب بن رہی ہے۔ اور پرانی زندگی کے اندر سے باہر آنے کے لئے جدّ و جہد کر رہی ہے جس طرح ایک صاف اور تیز روشنی کی کرن ایک تاریک شیشہ میں میں سے پار ہونا چاہتی ہے اسی طرح سے یہ مسیح جیسی زندگی جو کہ خود ایک صاف اور زبردست روشنی ہے ابھی اس کو "پرانے آدم" میں چمکتا ہے "یہ ابھی تک ظاہر نہیں کہ ہم کیا کچھ ہونگے" ہم سب گنہگار ہیں اور گنہگار رہتے ہیں لیکن ہم وہ گنہگار ہیں جو خدا کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں ہم اپنی اپنی ناکاملیت کے بوجھ تلے کراہتے ہیں اور اُس بگاڑ کے باعث بار بار شرمندہ ہوتے ہیں جو اس پرانے آدم کے باعث ہمارے اور نئی زندگی کے درمیان پیدا ہو چکا ہے۔ ہم کامل ہونے کی خواہش کرتے ہیں اور یہ جانتے کہ ہم کو مرنا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ موت اس پرانے آدم حقیقت میں سزا کا حکم ہے یعنی ساری پرانی فطرت پر جو ہم اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ خدا کی بادشاہی پورے طور پر ابھی تک نہیں آئی۔ اس لئے ہم مستقبل کی طرف دیکھ رہے ہیں جو کچھ ہمارے پاس ابھی تک وہ صرف بیعانہ ہے کہ کیا ہوگا۔ لیکن کیا ہوگا یہ کوئی "معمولی چیز" نہیں بلکہ خود خدا ہوگا۔ بغیر

مُستقبل کی اُمید کے باقی سب رنج اور دھوکا ہے۔ ایسے دھوکے جو کہ ہماری موجودہ میراث کی کمزوری کے متعلق ہم کو فریب دیتے ہیں اور ایسے رنج جو کہ تمام آئندہ اُمید کو ہمارے لئے بند کر دیتے ہیں۔ ایمان صرف غیر یقینی خواہش نہیں یا کوئی غیر مُقررہ توقع نہیں بلکہ رُوح کی ایک کھُلی ہُوئی کھڑکی ہے جو مُستقبل کے رُخ ہے اور اُس چیز کا شادمان یقین ہے جو مسیح میں ہم کو وعدہ کی گئی ہے۔ یہی ایک حقیقی مسیحی فطرت ہے جو کہ خُدا سے پیدا ہوتی ہے اور یہ "خُدا کی مُنتظر رہتی ہے"۔+

۲۳- مابعد

کیا آرہا ہے؟ ہم انبیاء نہیں ہیں۔ ہم اپنی چھوٹی زندگیوں کی بابت بھی کسی خاص یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک دِن کیا ہوگا۔ یہ اغلب ہے کہ کل یہ یا وہ واقع ہوگا لیکن ہم پیشنگوئی سے یہ کہہ سکتے کہ یقیناً موت آرہی ہے اور اِس کے کہنے سے ہم سب انبیاء ہیں۔ لیکن اِس تھوڑے سے عِلم کے باوجود بھی کہ موت یقینی ہے یہ خیال ہماری زندگی میں بہت تھوڑا حِصّہ ادا کرتا ہے۔ ہم اِس خیال سے ہچکچاتے ہیں۔ یہ بڑا تکلیف دِہ اور خوفناک خیال ہے کیونکہ موت کا مطلب ہے کہ سب کچھ ختم ہے۔ اور اگر باقی اور کچھ نہیں تو اِس زندگی کا ہر خانہ اُس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے جو صِفر ہے۔ موت کے معنی ہیں کہ ہر چیز جو ہم بناتے ہیں۔ مقاصد جن کے لئے جد و جہد کرتے ہیں۔ جِنکے

لئِے ہم قُربانی بھی کرتے ہیں۔ بالآخر تمام ہیچ ہیں۔ آخر کار مَوت سب کو برباد کر دیتی ہے اَور جو کُچھ ہے وہ فنا کے لائِق ہے۔ یہ ہرگز نہ کہو کہ تمام اعلےٰ مقاصد اَور بڑے بڑے نتائج اُن میں جو بعد میں آرہے ہیں باقی رہینگے بلکہ یہ کہو کہ آخر کار سب کُچھ مرجائیگا اُن مرنے والوں کے ساتھ جو ہمارے بعد معرضِ وجُود میں آئینگے تمام راستے ایک ہی جگہ پُہنچتے ہیں۔ زندگی کا یہی خوفناک جُغرافیہ ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہم اِس خیال سے پہلوتہی کرتے ہیں +

ٹال مٹوُل سے ہم بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ خیال ہماری فراموشی سے زیادہ تیز رفتار اَور مضبُوط ہے۔ مَوت کا خیال ہر ایک چیز میں ہم کرتے یا ادھُورا چھوڑتے ہیں برابر ہمارے ساتھ لگا رہتا ہے جو کُچھ ہم سوچتے یا کہتے ہیں مَوت کا خیال ہمارے ساتھ مَوجُود ہے۔ یہ ایک خاموش خیال ہے جو کہ نیچے ہی نیچے تمام زندگی میں چھا رہا ہے۔ جو کُچھ مسیح نے کہا وہ ہر ایک کے لئِے دُرست ہے۔ دلبر اور بے سروکار۔ بُزدِل اَور ہوشیار "دُنیا میں تُم دُکھ اُٹھاؤ گے"۔ یہ دُکھ ہر ایک کو طرح طرح سے اُٹھانا ہے۔ ہم کاروباری آدمیوں کی طرح رہتے ہیں جو کسی آئندہ نقصان کو دیکھتے ہیں لیکن اُس کا خیال ہرگز نہیں کرتے۔ آمدنی اخراجات کا توازن نہیں کرتے۔ اپنے بچاؤ کی کوئی کوشِش نہیں کرتے۔ قسمت آخر کار ہم کو آپکڑیگی۔ سو آؤ جہاں تک ہو سکے وقت گُذاریں۔ مابعد انجام ہوگا +

کیا واقعی مَوت انجام ہے؟ تو کیا زندگی حقیقت میں بے معنی ہے؟ مَوت۔ نیستی سب سے زیادہ بے معنی چیز ہے۔ جس کا ہم خیال کر سکتے ہیں

اور یہ واقعی آخری انجام ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایک مذہبی اور یقیناً مسیحی کتاب میں ہم موت کی طاقت کی پوری بربادی کے انکار کے متعلق پڑھنے کی توقع رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ واقعی ایک ابدی زندگی ہے۔ لیکن کیا ہم واقعی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کیا یہ اتنی یقینی ہے؟ کیا کوئی اس امر کے متعلق یقینی طور پر جانتا ہے؟ موت! وہ "نامعلوم ملک ہے جس کی حدود میں سے کبھی کوئی مسافر لوٹ کر واپس نہیں آیا ہے" لہٰذا جو کچھ ہم رکھتے ہیں۔ یقینی باتیں نہیں لیکن صرف ایسی خوبصورت تجاویز جو ہم نے خود تجویز کی ہیں جو کہ یا تو سچی ہو سکتی ہیں یا بالکل جھوٹی کیا اسی طرح سے ہم نہیں سوچتے؟ ہم اس لئے اس طرح سے سوچتے ہیں کیونکہ ہم شک میں ہوتے ہیں۔ بہتوں کا یہ خیال ہے کہ شک زندگی کا حصہ ہے اور اس سے بچ نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ مسیحی زندگی میں بھی پایا جاتا ہے +

لیکن سچائی تو یہ ہے کہ جب تک ہم اس شک کی قید میں ہیں ہم ابھی تک مسیحی نہیں ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کی زندگی کی نسبت شک کرنا خدا کے وعدوں کو رد کرنا۔ خدا کے کلام کی نافرمانبرداری کرنا ہے اور اپنا بھروسہ اپنے ادراک اور احساسات پر کرنا ہے۔ خدا کا کلام ہمارے لئے کافی ضمانت نہیں ہوتی۔ ہم اس سے کوئی اور زیادہ یقینی بات چاہتے ہیں۔ لیکن یہی خواہش جو کسی اور چیز کے لئے ہے جو کہ خدا کے کلام سے زیادہ یقینی ہے شک ہے۔ ایسا شک جو کہ سخت ظاہرا شک ہے جو کہ سخت بے دینی کا شک ہے جو کہ سخت بے خدائی کا شک ہے +

خُدا کا کلام ہمیشہ کی زِندگی کا پیغام ہے۔ یسُوع مسیح ہم کو اَبدی زِندگی دِکھانے اور اُس کو ہمیں دینے کے لئِے آیا۔ "قیامت اور زِندگی مَیں ہُوں۔ وہ جو مُجھ پر اِیمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زِندہ رہیگا۔ اور جو کوئی زِندہ ہے اور مُجھ پر اِیمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مریگا۔" یہی مسیح کا پیغام ہے جو اپنے اِیمان میں اِس بات پر یقِین نہیں رکھتا اُسکو اپنے آپکو مسیحی نہیں سمجھنا چاہیئے۔

کیا کوئی اِس بات پر "اِیمان" لا سکتا ہے؟ بے شک ہم لفظی طور پر مان سکتے ہیں کہ ہاں کوئی بھی ہو ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن لفظوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں۔ شک بھی ایک ہی چھت تلے اِس "اِیمان" کے ساتھ متواتر ہے۔ اِس "اِیمان" کا کوئی زور نہیں کیونکہ یہ ہماری مَوت کے خَوف پر غالب نہیں آسکتا۔ اِس لئِے خُداوند کہتا ہے "جو مُجھ پر اِیمان لاتا ہے ہمیشہ کی زِندگی اُسی کی ہے۔" سو مسیح پر اِیمان لانا صِرف "اِیمان" لانا ہی نہیں بلکہ خُود زِندگی ہے۔ ہمیشہ کی زِندگی۔ ہمیشہ کی زِندگی مسیح کے ساتھ شراکت رکھنے سے شُروع ہوتی ہے اور جب یہ شُروع ہوتی ہے تو شک غائب ہو جاتا ہے۔ چُونکہ مسیح ایک شخص کی زِندگی میں آتا ہے لہٰذا شک ضرور بھاگ جائیگا۔ مسیح اور شک دونو اِکٹھے نہیں رہ سکتے۔ صِرف مسیح ہی شک پر غالِب آتا ہے۔ صِرف مسیح ہی ہم کو مَوت کے ڈر سے آزاد کر سکتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے وہ خُوش باش آدمی بنا دیتا ہے "دُنیا میں مُصیبت اُٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو مَیں دُنیا پر غالِب آیا ہُوں۔" اِسی طرح سے وہ گویا آپ کو بھی کہتا ہے "اگر تُم اکیلے ہو تو تُم کو خَوف ہوگا۔ لیکن مَیں تُمہارے پاس کھڑا ہو کر تُمہارے خَوف پر غالِب آیا ہُوں۔" بعض پہاڑوں کی

چوٹیوں پر چڑھنے کے لئے صرف ایک ہی تنہا راستہ ہے اور جو کوئی اُس تنگ جگہ سے چڑھ کر نہیں جاتا کبھی چوٹی پر نہیں پہنچیگا۔ اور گر کر مر جائیگا۔ اِسی طرح ہمیشہ کی زندگی کا ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی مسیح۔ وہ جو اُس کو چھوڑ کر دُوسرا راستہ اختیار کرتا ہے مقصد سے چُوک جاتا ہے اور گڑھے میں گِر جاتا ہے لیکن جو اِس راہ کو پا لیتا ہے شک۔ تکلیف بلکہ خُود موت سے بھی بچ جاتا ہے +

۳۴۔ عدالت

شِلر (Schiller) کا یہ کہنا ہے کہ "دُنیا کی تواریخ دُنیا کی عدالت ہے"۔ بائبل نہ صرف اِس بیان کی جواب دِہی نہیں کرتی بلکہ بار بار اِس کو تسلیم کرتی ہے۔ خُدا کی عدالت تواریخ میں غالب نظر آتی ہے۔ اَور اِسی طرح سے اِنفرادی زِندگی میں بِھی طُوفان اور بابل کے بُرج کی کہانیوں کا مطلب ہے جن میں خُدا آدمیوں کے کافرانہ کاموں کی عدالت آفت کے ذریعے سے کرتا ہے۔ بائبل یہ بیان کرتی ہے کہ کس طرح خدا تواریخ میں طُوفان اَور آندھی کے ساتھ اِنسان کے جنون کے اوقات توڑنے کے لئے دخل دیتا ہے وہ جنُوں جس میں خود مست آدمی آسمانوں تک اپنے بُرجوں کو بُلند کرتے ہیں +

بائبل ہم کو سِکھاتی ہے کہ ہم احتیاط سے نظر کریں کہ کس طرح "جو

کوئی اپنے جسم کے لئے بوتا ہے وہ جِسم سے ہلاکت کی فصل کاٹیگا۔"
یہ ہم پر ظاہر کرتی ہے کہ کِس طرح "صداقت قوم کو سرفرازی بخشتی ہے۔" گُناہ سے
اُمتّوں کی رسوائی ہے اَور کہ یہ خورد و کلاں دونو کے لئِے۔ ایک قوم اور ایک
فرد کے حق میں بھی دُرست ہے۔ یہ واقعی عدالتیں ہیں۔ لیکن "اصلی
عدالت" نہیں۔ یہ عدالتیں تواریخ میں مُکمّل ہو چکی ہیں لیکن یہ صِرف
اُس "آخری عدالت" کی تمہید ہیں جو کہ ہونے والی ہے۔ یہ عدالتیں
صرف آنے والی آخری عدالت کے منظر کو پہلے سے پیش کرتی ہے +
"ہم سب کو مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے حاضر ہونا ہے تاکہ
ہر آدمی اپنے اُن کاموں کا بدلا پائے جو اُس کے جِسم میں کئِے ہیں خواہ
وہ بھلے ہوں خواہ بُرے۔" خُدا ہر ایک کو اُسکے کاموں کے مُوافق بدلہ دیگا۔
"جو نیکوکاری میں ثابت قدم رہ کر جلال اَور عزّت اور بقا کے طالب ہوتے
ہیں اُن کو ہمیشہ کی زندگی دیگا۔ مگر جو تفرقہ انداز اور حق کے نہ ماننے
والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں اُن پر غضب اَور قہر ہوگا۔"
یہ کسی اخلاقی بہبُودی کا کہنا نہیں بلکہ ایک رسُول کا کہنا ہے جِس کے
ذریعے خُدا نے بڑی قُدرت کے ساتھ اپنی مُعاف کرنے والی مُحبّت کا
اعلان کیا ہے +

آجکل مُشکِل سے آخری عدالت کے بارے میں کوئی وعظ سُنایا
جاتا ہے۔ شاید گُزرے دِنوں میں اِس مضمُون کے اُوپر بڑی زبردست
اور بے دھڑک منادی کی جاتی تھی تاکہ لوگ خَوف کی وجہ سے آسمان کی
بادشاہت میں داخل ہونے کی خواہِش کریں۔ کوئی شخص بھی خُدا کے
خَوف کے سبب آسمانی بادشاہت میں داخِل نہیں ہو سکتا اَور وہ شخص

جو خُدا کی مرضی کو ڈر کے مارے بجا لانے کی کوشِش کرتا ہے خُدا کی مرضی کو بجا نہیں لاتا۔ صِرف وُہی خُدا کی مرضی کو بجا لا سکتا ہے جو کہ اپنے سارے دِل سے خُدا کو پیار کرتا ہے اور اُس پر اِیمان رکھتا ہے اور اُس کے رحم پر پُورا بھروسہ رکھتا ہے۔ لیکن اِس لِئے کہ ہم ہمیشہ خُدا کے رحم میں پناہ لیں اور خُود مُختاری کی راہ اِختیار نہ کریں ہم کو عدالت کے پَیغام کی ضرورت ہے۔ ہم کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ اِس سے ہم نے سیکھنا ہے کہ کِس طرح "توبہ کے موافق پھل لائیں"۔ ہر آدمی خواہ وہ اِیماندار ہو یا بے اِیمان اُس کو جانتا ہے کہ آخرکار عدالت ضرُور ہو گی جب کہ تمام قَوموں کا چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جُدا کریگا۔ "اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہیگا آؤ! میرے باپ کے مُبارک لوگو جو بادشاہی بنائے عالم سے تُمہارے لِئے تیّار کی گئی ہے اُسے مِیراث میں لو۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہیگا۔ اَے ملعونو! میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو اِبلیس اَور اُس کے فرِشتوں کے لِئے تیّار کی گئی ہے"۔ یہ اِلفاظ محض کوئی رائے نہیں یہ خُداوند کے اِلفاظ ہیں۔ (متّی ۲۵ باب)
اِسی طرح خُدا ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ ہم اُس کی سُنیں یا نہ سُنیں۔ یہ بات ہمارے فَیصلے یا تصوّر پر مُوقُوف نہیں۔

عدالت کا پَیغام ہم کو آگاہ کرتا ہے کہ خُدا کو ماننا محض دِل لگی کی بات نہیں۔ خُدا ٹھٹھوں میں اُڑایا نہیں جائیگا۔ یہ ہم کو بتاتا ہے کہ خُدا نہ صِرف مُحبّت کرنے والا باپ ہے۔ بلکہ وہ راستباز خُداوند ہے جو چاہتا ہے کہ اُس کے حُکموں کی تابعداری کی جائے۔

پولوس کہتا ہے "ہم سب کو مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے حاضر ہونا اور اِقرار کرنا ہے۔" "پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ گھبرائے ہُوئے شاگردوں نے اپنے خُداوند سے پُوچھا" یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خُدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔" اُس نے جواب دیا۔ لہٰذا مسیح کی صلیب کا پیغام ہمکو دیا گیا ہے تاکہ یہ ہم کو اُس خُدا کا رحم دِکھائے جس سے تمام باتیں ممکن ہیں۔ تاہم اِس پیغام کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ اکثر تشریح کی جاتی ہے کہ عدالت کے معنی اُس آدمی کے لِئے کچھ نہیں جو مسیح پر ایمان رکھتا ہے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہی اِس عدالت سے بچیگا جو مسیح پر اِیمان لانے کے ذریعے ایک نیا مخلوق بن گیا ہے۔ جو کہ "موت سے نِکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔" اور اُن آدمیوں میں سے جو "نیکوکاری میں ثابت قدم رہ کر بقا کے طالب ہیں۔" صرف خُدا ہی جانتا ہے کہ کَون سے درخت اچھے ہیں جو کہ اچھّا پھل لاتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ تاہم ہم یقینی طور سے جانتے ہیں کہ ہر وہ جو اپنی راستبازی پر تکیہ کرتا ہے "وہ اچھّا درخت نہیں۔"

مُعافی کی بابت جو کچھ بھی بائبل ہم کو سِکھاتی ہے صرف اُسی وقت ہم سمجھ سکتے ہیں جب ہم عدالت کے پیغام کو اہمیّت دیتے ہیں۔ ہم یہ بات صرف اُسی وقت جانتے ہیں کہ کلام کا مطلب کیا ہے کہ "توبہ کرو اور تُم میں سے ہر ایک مسیح خُداوند کے نام میں بپتسمہ لے۔" کیونکہ صرف یہی ایک نام ہے جو اُس دِن ہم کو بچا سکیگا۔ لیکن خُداوند یسُوع صرف اُسی وقت مدد دے سکتا ہے جب کہ

وہ جان لیتا ہے کہ ہم اُسی کے ہیں۔ اَور یہ کہنا نہیں پڑتا کہ "میں تُم کو نہیں جانتا" کیونکہ ہر ایک جو مُجھ سے اَے خُداوند اَے خُداوند کہتا ہے اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وُہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے" + اِس لفظ کو بھی فی الحال ہم کو ماننا ہے کیونکہ یہ عدالت کا لفظ ہے کہ "اِس کو رہنے دے" + اِس لئِے نہیں کہ اِس سے خوف زدہ ہُوں بلکہ اِس لئِے کہ اِس کے ذریعے توبہ تک نوبت پُہنچے تاکہ ہم اِیمان۔ اُمید اور محبّت کے ذریعے اُس کے ہو جائیں +

۳۵- ہمیشہ کی زِندگی

اپنے طور پر ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خاتمہ ہے جو کُچھ ہماری آنکھوں کو روزانہ تجربہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی چیز بھی کامل نہیں جب ہم اِس بڑے عالم کے گِرد نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو ہم کانپ جاتے ہیں۔ اِس بے حد جگہ کے درمیان جہاں لاکھوں سُورج طلُوع ہوتے اَور لکھو لکھا سُورج غروب ہوتے ہیں اِس چھوٹی دُنیا کی تواریخ کا کیا مطلب ہے؟ آدمی کی تواریخ کے درمیان جہاں کہ نسلیں ایک

ختم نہ ہونے والے چشمے سے دیدنی زندگی میں ظاہر ہوتی ہیں اور پھر تھوڑی صدیوں میں غائب ہو جاتی ہیں۔ تمہاری اس معمولی زندگی کا جو کہ "ستر برس یا اگر قوّت ہو تو اسّی برس تک" ہے کیا معنی ہیں؟ کیا اس کا کوئی مطلب ہے؟ عالم ہم کو بتاتے ہیں کہ کوئی مطلب نہیں خدا کا کلام کہتا ہے کہ ہاں اس کا مطلب ہے۔ ان سورج اور نسلوں کا خالق تمہارا خالق ہے۔ یہ تاروں بھرا وسیع عالم جس سے تم خوف زدہ ہو اصلی عالم نہیں۔ یہ نسلی زندگی جو بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہے حقیقی زندگی نہیں۔ یہ محض ایک سطحی چیز ہے۔ اس کے پار ایک اور زندگی ہے جو یکایک نکل پڑنا چاہتی ہے۔ یہ ایک دفعہ یسوع مسیح جی اٹھے خداوند میں ظاہر ہوئی اور یہ ہم سب کے لئے قیامت میں ظاہر ہوگی۔ یہ دوسری زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اس زندگی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ نہیں۔ شاید یہ دوزخ ہوگا بلکہ ہمیشہ کی زندگی ایک بالکل فرق زندگی ہے جو کہ الٰہی ہے۔ دنیاوی نہیں بلکہ کامل ہے۔ عارضی نہیں بلکہ حقیقی ہے اور بگڑی ہوئی نیم زندگی نہیں +

ہم ہمیشہ کی زندگی کا تصوّر نہیں باندھ سکتے۔ جس چیز کا ہم خیال کر سکتے ہیں وہ صرف زمینی۔ عارضی اور دنیاوی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ہم اپنی ہمیشہ کی زندگی کی بابت جان سکتے اگر یہ یسوع مسیح میں ظاہر نہ ہوتی۔ اس میں ہو کر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ کی زندگی کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔ اگر ہم پوچھیں کہ یہ ہمیشہ کی زندگی کیا ہے۔ اس کے متعلق پوچھنے سے کیا مراد ہے اور آیا اس کا کوئی تصوّر

ہم کو نہیں ہو سکتا؟ اِس کا جواب ہے "یہ خُدا کے ساتھ۔ خُدا میں اور خُدا کی طرف سے زِندگی ہے۔ ایک ایسی زِندگی جس میں کامِل شراکت ہے۔" اِس لئِے یہ محبّت میں ایک زِندگی ہے۔ بلکہ یہ خُود محبّت ہے۔ یہ ایک ایسی زِندگی ہے جِس میں گُناہ اور موت کو کوئی دخل نہیں۔ اِس لئِے بغیر رنج۔ دُکھ۔ فِکر۔ اندیشہ اور مُصِیبت کے ہے۔ اِس کو جان لینا ہی ایک شخص کے لئِے ہمیشہ کی زِندگی میں خُوشی کا باعث ہے +

اگر کوئی ہمیشہ کی زِندگی نہ ہوتی تو اِس وقتی زِندگی کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ نہ کوئی انجام ہوتا نہ مقصد۔ اِس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی اور نہ ہی اِس میں خُوشی ہوتی + یہ کُچھ بھی نہ ہوتی۔ کیونکہ جِس چیز کا انجام کوئی نہیں وہ چیز بذاتِ خود کُچھ نہیں۔ یہ کہ ہماری زِندگی نفی میں ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ کی زِندگی ہماری مُنتظر ہے جو کہ خُداوند یسُوع مسیح کا پَیغام ہے۔ وہ ہم کو یہ وعدہ دینے کے لئِے آیا کہ وہ تارِیک دُنیا میں روشنی ہے۔ وہ آدمی جو خُداوند یسُوع مسیح کے ذریعے اِس ہمیشہ کی زِندگی کا یقین کر چُکا ہے حقیقی مسیحی ہے +

زِندگی کا کیا مطلب ہے؟ اِس سوال کے کئی جوابات ہیں۔ اِس کا مطلب ہے طاقت۔ دولت۔ عزّت۔ ترقی اور تمدن وغیرہ لیکن یہ اصلی جواب نہیں۔ اگر زِندگی کا یہی مطلب ہے تو ہمارا جواب کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں یقینی طور پر نیست ہو جائینگی اصلی جواب یہ ہے کہ اِس زِندگی کا جواب ہمیشہ کی زِندگی ہے۔ اِس کی یہی اہمیّت ہے۔ بازی بڑی ہے۔ ایک بڑے اِنعام کے لئِے پانسا

پھینکا گیا ہے۔ تمہارا پانسا کیسے گرا ہے؟ کیا تم نے ہمیشہ کی زندگی کو جیتا ہے یا اِس کو ہار دیا ہے؟ کوئی اِس ہمیشہ کی زندگی کو کیسے جیتتا ہے؟" اُستاد مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں"؟ اِس سوال کا جواب دیا گیا۔ حکموں پر عمل کر" مَیں کیا کروں کہ نجات پاؤں"؟ اِس سوال کا جواب دیا گیا خُداوند یسُوع مسیح پر اِیمان لا" کونسا جواب دُرست ہے؟ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ خُدا کا فرزند بن جا۔ اِس ساری کتاب کا موضوع یہی ہے کہ کِسطرح کوئی خُدا کا فرزند بن سکتا ہے کلام کہتا ہے کہ خُدا کا فرزند ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہے+

مَوت اِس دُنیا میں تمام زِندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ہم سب کِسی دِن مر جائینگے۔ کل؟ اگلے سال؟ اِس میں کوئی فرق نہیں۔ کِسی دِن ضرور! تمام نسل کو ایک دِن مرنا ہے - اگر اِیمان نہیں تو سب کچھ ختم ہے۔ لیکن اِیمان کہتا ہے کہ انجام ہمیشہ کی زِندگی ہے+

کیا یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ اِیمان کہتا ہے وہ دُرست ہے؟ کیا اِسکو کوئی یقین کے ساتھ جان سکتا ہے؟ آخری تجزیہ میں کیا یہ ایک فرضی شئے نہیں؟ جب یہ سوال اُٹھتا ہے اور کیوں یہ سوال نہ اُٹھے؟ ہم معلوم کرتے ہیں کہ کیا ہم صحیح طور پر اِیمان لا سکتے ہیں؟ اِیمان یہ یقینی امر ہے کہ خُدا مسیح یسُوع ہی میں مرضی کو ہم پر ظاہر کر چُکا ہے۔ اور یہی مرضی ہمیشہ کی زِندگی ہے وہ اپنی مرضی کو کس طرح پُورا کریگا ہم اِسکو نہیں جانتے "کِسطرح"۔ ہمارے لیئے ضروری نہیں ہے۔ ہمارا کام ہے کہ اِس اِیمان ہی میں ہی خوش رہیں۔ بلکہ اِس محبت میں آج ہی رہیں جو کہ ہمیشہ کی زِندگی کا اندرُونی مطلب ہے۔ ہمیشہ کی زِندگی مسیح میں اِیمان رکھنے سے شروع ہوتی ہے۔ اور جب یہ شروع ہوجاتی ہے تو مَوت کا ہم پر پھر اِختیار نہیں ہونیکا+

(ختم شُد)

سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس لاہور میں

باہتمام

پادری آر۔ گرین۔ سیکرٹری

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور

چھپکر شائع ہوئی